دسمبر ۱۹۹۷ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

انقلابی جدّوجہد کے لوازم و مراحل ــــ اور

انقلابِ نبوی کے پہلے دو مرحلے : دعوت اور تنظیم

منہجِ انقلابِ نبوی کے موضوع پر امیر تنظیم اسلامی کا سلسلہ تقاریر

KHALID TRADERS

AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

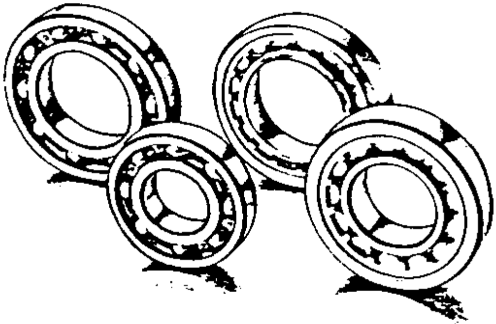

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65,
Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : **(Opening Shortly)** Amin Arcade 42,
Brandreth Road, Lahore-54000
Ph : 54169

GUJRANWALA : 1-Haider Shopping Centre, Circular Road,
Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی۔

ماہنامہ میثاق لاہور

جلد :	۴۶
شمارہ :	۱۲
شعبان المعظم	۱۴۱۸ھ
دسمبر	۱۹۹۷ء
فی شمارہ	۱۰/-
سالانہ زر تعاون	۱۰۰/-

مدیر مسئول
ڈاکٹر اسرار احمد

سالانہ زر تعاون برائے بیرونی ممالک

- امریکہ 'کینیڈا' آسٹریلیا' نیوزی لینڈ — 22 ڈالر (800 روپے)
- سعودی عرب 'کویت' بحرین' قطر' عرب امارات' بھارت' بنگلہ دیش' افریقہ' ایشیا' یورپ' جاپان — 17 ڈالر (600 روپے)
- ایران' ترکی' اومان' مسقط' عراق' الجزائر' مصر — 10 ڈالر (400 روپے)

ترسیل زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ادارہ تحریر
شیخ جمیل الرحمٰن
حافظ عاکف سعید
حافظ خالد محمود خضر

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقام اشاعت : 36۔کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور 54700۔ فون : 03-02-5869501
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی : 67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ' لاہور' فون : 6305110
پبلشر : ناظم مکتبہ' مرکزی انجمن' طابع : رشید احمد چودھری' مطبع : مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

☆ عرض احوال ______ ۳

حافظ عاکف سعید

☆ منہج انقلابِ نبوی ﷺ (۱) ______ ۵

انقلابی جدّوجہد کے لوازم و مراحل —— اور

انقلابِ نبویؐ کے پہلے دو مرحلے : دعوت اور تنظیم

ڈاکٹر اسرار احمد

☆ حُسنِ انتخاب ______ ۳۱

قربِ الٰہی کے دو راستے

مولانا محمد منظور نعمانیؒ

☆ امّتِ مسلمہ کی عمر ______ ۴۱

اور مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان (۷)

مترجم : پروفیسر خورشید عالم

☆ فکرِ عجم (۶) ______ ۵۹

آنحضور ﷺ اور سلطنت فارس

ڈاکٹر ابو معاذ

☆ داستانِ عزیمت ______ ۷۰

امام شاملؒ (۳)

ترتیب و ترجمہ : اظہار احمد قریشی

☆ نگاہِ واپسیں ______ ۷۵

اشاریہ "میثاق" (جلد ۴۶)

مرتب : امتیاز احمد نگیال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض احوال

ملک کا سفینہ ایک بار پھر مہیب سیلاب کے تھپیڑوں کے رحم و کرم پر ہے۔ قوم کے ناخدا باہم دست و گریبان ہیں۔ ہر کوئی اپنے داؤ پر ہے' ملک و قوم کا درد صرف زبان کی نوک تک محدود ہے۔ حکومت عدلیہ تنازعے نے طول ہی نہیں پکڑا نہایت سنگین صورت بھی اختیار کر لی ہے۔ عدلیہ اگر حکومت کو زچ کرنے پر ادھار کھائے بیٹھی ہے تو حکومت بھی عدلیہ کو زیر کرنے کے لئے ہر جائز و ناجائز حربہ اختیار کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ اس مقابلے کے کئی راؤنڈ گزر چکے ہیں۔ پچھلا ہفتہ نسبتاً پر سکون گزرا کہ دونوں فریق اگلے راؤنڈ کی تیاری کے لئے اپنا سانس درست کرنے اور اوسان بحال کرنے کے لئے شاید وقفہ کرنے پر مجبور تھے۔ لیکن اب ع "رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے رواں اور" کے مصداق ایک بار پھر خم ٹھونک کر ایک دوسرے کے بالمقابل آ چکے ہیں۔ تازہ خبر یہ ہے کہ حکومت نے اپنے اصل حریف سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کو ایل بی ڈبلیو کرنے کے لئے ایک نیا داؤ کھیلا ہے۔ سپریم کورٹ کوئٹہ بینچ نے ایک رٹ کے جواب میں چیف جسٹس کی تقرری کو چیلنج کرتے ہوئے ان کی معطلی کا فیصلہ صادر کیا ہے' جبکہ چیف جسٹس نے اس کے جواب میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ چونکہ مذکورہ آئینی درخواست کی سماعت قواعد و ضوابط کے مطابق نہیں کی گئی اس لئے کوئٹہ بینچ کا یہ فیصلہ غیر موثر ہے ـــــ گویا اب یہ تنازعہ محض حکومت اور عدلیہ کے مابین نہیں رہا' عدلیہ بھی اب منقسم ہو کر دو حصوں میں بٹ چکی ہے' جس سے ڈیڈ لاک بڑھے گا اور بحران کی شدت میں مزید اضافہ ہو گا۔ جبکہ نواز شریف صاحب اس سے قبل اپنے اقتدار کو بچانے کے لئے چیف آف دی آرمی سٹاف جنرل کرامت سے استغاثہ کر چکے ہیں۔

بھاری مینڈیٹ رکھنے والی بظاہر انتہائی مستحکم حکومت کا یہ حشر تو عبرتناک ہے ہی' اس سے زیادہ عبرتناک معاملہ یہ ہے کہ عوام کی نمائندہ ایک نہایت مستحکم حکومت بھی ملک کے استحکام کے لئے دھیلے کا کام بھی نہ کر سکی اور ملکی معیشت کے ڈوبے سفینہ کو بچانے کی اس کی ہر کوشش نقش بر آب ثابت ہوئی۔ اور وہ "انتہائی مستحکم" حکومت عوام کی بے پناہ حمایت رکھنے کے باوجود نو مہینے کے اندر اندر پے بہ پے ایسے شدید بحرانوں کی لپیٹ میں آئی کہ اس کا برسر اقتدار رہنا نہایت مشکوک ہو گیا ـــــ یہ سب کچھ اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ اس ملک کا استحکام ہی نہیں اس کی بقا کا دارومدار بھی صرف اور صرف اسلام پر ہے۔ اسی امر کی نشاندہی امیر تنظیم اسلامی نے اپنے ۷ نومبر کے خطاب جمعہ میں کی تھی جس کے پریس ریلیز کا متعلقہ حصہ ذیل میں ہدیہ قارئین کیا جا رہا ہے:

"لاہور (پ ر) بھاری مینڈیٹ کے نشے میں عدلیہ سے پنجہ آزمائی کے نتیجے میں نہ صرف اندرون ملک بلکہ بین الاقوامی سطح پر بھی وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کی "حیثیت عرفی" کو شدید دھچکا لگ چکا

ہے۔امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں نماز جمعہ سے قبل خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ نواز شریف کا اقتدار کسی بھی لمحے ختم ہو سکتا ہے لہٰذا وہ موجودہ مہلت کو غنیمت سمجھتے ہوئے قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے کے لئے دستوری ترامیم منظور کرائیں' ورنہ اندیشہ ہے کہ خود ان کے ساتھ قوم و ملک بھی عذاب الٰہی کی گرفت میں آجائے گا۔انہوں نے کہا کہ نواز شریف قوم کی طرف سے عطا کردہ بھاری مینڈیٹ کو دستور پاکستان میں قرآن و سنت کی بالادستی تسلیم کرانے کی بجائے اپنے ذاتی اقتدار کو مستحکم کرنے کی خاطر دستوری ترامیم منظور کرانے کے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں' جس کی پاداش میں وہ پچھلے دنوں شدید ترین آزمائش سے دوچار ہو چکے ہیں۔چنانچہ وزیراعظم کا اپنے سابقہ طرز عمل کی تلافی کرتے ہوئے دستوری سطح پر شریعت کی بالادستی کا نفاذ ملک و قوم کے ساتھ ساتھ خود ان کے اپنے اقتدار کے تحفظ کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے۔ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا کہ اسمبلی میں فیصلہ کن اکثریت رکھنے کے باوجود ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ سے گریز بہت بڑا جرم ہے' جس کی حکمرانوں کے ساتھ قوم کو بھی کڑی سزا ملے گی۔امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ شریعت کو سپریم بنا کر ملک کو حقیقی اسلامی ریاست کے قالب میں ڈھالنا مسلمانان پاکستان کا متفقہ مطالبہ ہے جسے پورا کرنا نواز شریف کی آئینی اور دینی ذمہ داری ہے۔انہوں نے کہا کہ مذہبی اور سیاسی جماعتوں میں سے کوئی بھی قابل ذکر جماعت نفاذ اسلام کی مخالف نہیں ہے۔امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ قرارداد مقاصد اگرچہ دستور پاکستان کا حصہ ہے لیکن اس کے منافی اور مخالف دفعات بھی دستور کا حصہ ہیں چنانچہ ملکی دستور دھوکہ دہی' فراڈ اور منافقت کا شاہکار بن چکا ہے۔نواز شریف نے اپنے سابقہ دور حکومت میں سود کی حرمت کے بارے میں شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر کے اسے عملاً غیر موثر بنا کر عظیم ترین گناہ کا ارتکاب کیا تھا جبکہ اب اس فیصلے کے خلاف نظر ثانی کی اپیل دائر کرنا اللہ رسولؐ کے علاوہ مسلمانوں سے دھوکہ دہی اور وعدہ خلافی کا مظہر ہے۔انہوں نے کہا کہ میں اب بھی اس امکان کو رد نہیں کرتا کہ نواز شریف نفاذ اسلام کے سلسلے میں مخلص ہوں مگر کوئی بڑی طاقت اس سلسلے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہو۔تاہم نفاذ اسلام کے وعدوں کی تکمیل نہ کرنا درحقیقت امریکہ بہادر اور عالمی مالیاتی اداروں پر مشتمل "چھوٹے خداؤں" کی فرمانبرداری کے مترادف ہے۔وزیراعظم میاں نواز شریف کے لئے نجات کا صرف ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ کہ وہ موجودہ مہلت سے فائدہ اٹھا کر نفاذ شریعت کا وعدہ پورا کر کے اللہ اور قوم کے سامنے سرخرو ہوں"۔

☆ ☆ ☆

تنظیم اسلامی کے ملتزم رفقاء کا مشاورتی و تربیتی اجتماع بحمد اللہ حسب پروگرام منعقد ہوا۔اس کی مفصل رپورٹ چونکہ "ندائے خلافت" کے ۱۹ اور ۲۶ نومبر کے دو شماروں میں شائع ہو چکی ہے لہٰذا "میثاق" میں اس کی اشاعت ہمارے نزدیک غیر ضروری ہے ___ منہج انقلاب نبوی ﷺ کے موضوع پر امیر تنظیم اسلامی کے خطابات کو از سر نو ایڈیٹنگ کے بعد میثاق میں شائع کرنے کا ارادہ ہے۔اس ضمن میں پہلا خطاب زیر نظر شمارے میں شامل ہے۔

انقلابی جِدّوجُہد کے لوازم و مراحل — اور انقلابِ نبویؐ کے پہلے دو۲ مرحلے : دعوت اور تنظیم

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد

(مرتّب : شیخ جمیل الرحمٰن)

دنیا کے دوسرے انقلابات سے انقلابِ محمدی (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) اس اعتبار سے بنیادی طور پر مختلف ہے کہ دوسرے دنیوی انقلابات کے نظریات انسانوں کے ذہن کی پیداوار تھے ـــــ بالشویک یعنی اشتراکی انقلاب کا فلسفہ کارل مارکس کے ذہن کی اختراع تھا۔ اسی طرح انقلاب فرانس کا فلسفہ والٹیر' روسو اور بہت سے مفکرین کے ذہنوں کی پیداوار تھا۔ مگر اسلامی انقلاب کا فلسفہ اللہ تعالیٰ کا ودیعت کردہ ہے جو وحی کے ذریعہ سے جناب محمدؐ رسول اللہ ﷺ کو عطا ہوا۔ لہٰذا اس نظریہ کی نشر و اشاعت کے معنی ہیں قرآن حکیم کی نشر و اشاعت' اس کی تبلیغ' اس کے ذریعہ سے دعوت' اس کے ذریعہ سے تبشیر و انذار اور اس کے ذریعہ سے تذکیر و نصیحت۔ علاوہ ازیں قرآن انسان کے لئے جو ہدایت لے کر آیا ہے اس میں یقیناً انفرادی زندگی کے لئے بھی راہنمائی ہے اور اجتماعی زندگی کے لئے بھی۔ قرآن کے موضوعات انفرادی اعمال و افعال کو بھی محیط ہیں اور اجتماعی اقدار کو بھی۔ لیکن انقلابی عمل کے لئے قرآن کے اس حصہ کو نمایاں کرنا ہو گا جس کا تعلق اجتماعی نظام کے ساتھ ہے۔

پاکستان میں اسلامی انقلاب کی ضرورت و اہمیت اور طریق کار

پاکستان میں اسلامی انقلاب کے ذکر سے پہلے چند تمہیدی باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ پہلی

بات یہ کہ پاکستان کی بقا اور استحکام صرف اور صرف اسلام سے وابستہ ہے۔ ہمارے پاس اسلام کے سوا اس ملک کی بقا اور استحکام کے لئے کوئی اور بنیاد سرے سے موجود نہیں ہے ـــــ اب یہ بات خود ایک مستقل موضوع ہے کہ تحریک پاکستان کا پس منظر کیا تھا! یہ ملک بنا کیوں تھا! اس کے محرکات اور عوامل کیا تھے! اس کی اساسات کیا ہیں! ـــــ پھر یہ کہ مختلف ممالک کے استحکام اور بقا کے لئے کون کون سے عوامل سہارا دیتے ہیں اور اس کی تقویت کا باعث بنتے ہیں! ان میں سے ایک ایک عامل کا جائزہ لے کر یہ بات ثابت کی جاسکتی ہے۔ اور یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ دنیا کے عام ممالک کو اپنے استحکام اور بقا کے لئے جو سہارے دستیاب ہوتے ہیں ان میں سے کوئی بھی ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔ ہمارے پاس جو واحد سہارا ہے وہ ہمارا دین ہے۔ ہمارے بارے میں یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ع کافر نتوانی شد ناچار مسلماں شو۔ ہم کافر ہو ہی نہیں سکتے، ہمیں تولامحالہ مسلمان ہونا پڑے گا۔ {۱}

دوسری بات بھی، جو اپنی جگہ ایک مستقل موضوع ہے، یہ کہ پاکستان میں اسلام نہ انتخابی طریق سے آسکتا ہے اور نہ اس "ضیائی طریق" سے آسکتا ہے جو سوا سات سال سے ہمارے ملک میں چل رہا ہے۔ {۲} اس کے لئے واحد راستہ انقلاب کا راستہ ہے۔ اب اس کے لئے بھی دلائل و شواہد چاہئیں۔ انتخابات میں بھی اسلامی نظام کے قیام کے لئے لوگوں نے حصہ لیا ہے اور آئندہ جب کبھی بھی انتخابات ہوں گے لوگ حصہ لیں گے اور نیک نیتی سے لیں گے کہ اس طریق سے اسلام کی سربلندی کے لئے کام کریں۔ انتخابات میں حصہ لینے والوں میں یقیناً ایسے لوگ بھی ہوں گے جن کی اصل غرض حصولِ اقتدار ہو گی، لیکن یقیناً ایسے لوگ بھی ہوں گے جو نہایت خلوص کے ساتھ اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کے مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسی انتخابی طریق کار پر عمل پیرا رہے ہیں اور رہیں گے۔ لیکن مجھے قوی اور مستحکم دلائل کی بنیاد پر اس سے شدید اختلاف ہے۔ میرے نزدیک پاکستان میں اسلام اگر آ سکتا ہے تو وہ صرف اور صرف انقلابی عمل کے ذریعے سے ہی آسکتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ ظاہر بات ہے کہ جب پاکستان کی غالب آبادی سُنّی ہے تو یہاں جو بھی

{۱} الحمدللہ کہ اس موضوع پر ڈاکٹر صاحب کی مفصل تصنیف "استحکام پاکستان" کے عنوان سے شائع ہو چکی ہے۔ (مرتب)

{۲} واضح رہے کہ یہ تقریر ۵/ اکتوبر ۸۴ء کو کی گئی تھی۔

انقلاب آئے گا اور اس کے نتیجہ میں یہاں جو بھی نظام قائم ہو گا وہ سُنّی تصورِ خلافتِ عامّہ پر مبنی ہو گا نہ کہ شیعی تصورِ امامتِ معصومہ پر ــــــ یہ دونوں تصورات ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ان کو باہم دگر کسی طور پر بھی ملایا نہیں جا سکتا۔

چوتھی بات یہ ہے کہ وہ انقلاب اگر آئے گا تو خالصتاً اس نہج پر آئے گا کہ جس نہج پر محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے انقلاب برپا کیا تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا یہ قول منقول ہے کہ : "لَا يَصْلُحُ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهِ أَوَّلُهَا" یعنی "اس امت کے آخری حصہ کی اصلاح نہیں ہو سکے گی مگر صرف اس طریق پر کہ جس پر اس کے پہلے حصہ کی اصلاح ہوئی تھی" ــــــ اس قول کے متعلق میرا تأثر اتنا یقینی ہے جتنا اس پر کہ کل سورج طلوع ہو گا۔ پھر یہ کہ اس کارگاہِ عالم کی زندگی کا آخری دور شروع ہو چکا ہے۔ حالات اس رخ پر جا رہے ہیں جن کی خبر نبی اکرم ﷺ نے دی تھی۔

پانچویں بات یہ کہ آخری دور میں اسلام کے عالمی غلبہ کی جو خبر الصّادق و المصدوق ﷺ نے دی تھی، اس کا بھی عمل یقیناً شروع ہو گا۔ البتہ یہ کہاں سے شروع ہو گا اور کس خطۂ ارضی کو یہ سعادت نصیب ہو گی! یہ ہم نہیں جانتے۔ یہ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ مکّہ سے مایوس ہو کر نبی اکرم ﷺ نے اپنے طور پر طائف کا انتخاب فرمایا تھا لیکن طائف میں جو کچھ حضور ﷺ کے ساتھ ہوا، وہ سب کو معلوم ہے۔ یومِ طائف کو نبی اکرم ﷺ نے اپنی حیاتِ طیّبہ کا سخت ترین دن قرار دیا تھا۔ وہاں سے آپ کو ناکام واپس آنا پڑا ــــــ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا مدینہ منوّرہ کا۔ حضور ﷺ کے قدم مبارک وہاں پہنچے بھی نہیں کہ وہاں انقلاب آ گیا۔ تمہیداً چھ افراد حج کے موقع پر ایمان لائے۔ اگلے سال ان میں سے پانچ اور سات دوسرے افراد یعنی کل بارہ افراد حاضرِ خدمت ہو گئے۔ انہوںؓ نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ــــــ اسے کتبِ سیرتِ مطہّرہ میں بیعتِ عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے ــــــ اور درخواست کی کہ ہمیں اپنا کوئی جان نثار شاگرد دیجئے جو ہمیں قرآن پڑھائے اور یثرب میں (جو مدینہ منوّرہ کا پہلا نام ہے) دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دے۔ لہٰذا حضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ جاؤ۔ حضرت مصعبؓ کی ایک سال کی تعلیمِ قرآن اور دعوت و تبلیغ کے نتیجہ میں اگلے سال بہتّر (۷۲) مرد اور تین خواتین کُل پچھتّر (۷۵) افراد آ گئے اور نبی اکرم ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت ہو

گئی اور یہ بیعت ہجرت کی تمہید بن گئی۔ اسے بیعت عقبہ ثانیہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ان پچھتر انصار رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کیا کہ حضور ﷺ آپ ہمارے یہاں تشریف لائیے۔ اگر قریش یثرب پر حملہ آور ہوں گے تو ہم آپ کی اس طرح حفاظت کریں گے جیسے اپنے اہل و عیال کی کرتے ہیں۔ بعدہٗ جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں استقبال کی تیاریاں تھیں۔ کئی دن سے روزانہ لوگ شہر سے باہر آ کر آپ کی تشریف آوری کے منتظر رہتے تھے۔ یہاں مکہ میں قریش خون کے پیاسے ہیں جہاں تیرہ برس حضور ﷺ نے بنفسِ نفیس دعوت دی۔ یہاں تو نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تین دن رات غارِ ثور میں روپوش رہنا پڑا ہے۔ پھر یہ کہ تعاقب ہو رہا ہے۔ سراقہ بن مالک جو بعد میں دولت ایمان سے بہرہ مند ہو گئے دو مرتبہ قریب پہنچ گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر حفاظت فرمائی ہے۔ مکہ کا حال تو یہ ہے اور اہل مدینہ سراپا انتظار آپ کے استقبال کی تیاریاں کر رہے ہیں اور حضور ﷺ کا وہاں ایک بے تاج بادشاہ کی حیثیت سے داخلہ ہو رہا ہے۔

تو یہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی قدرت میں ہوتا ہے کہ وہ کس جگہ کو سعادت عطا فرمائے' کون سے مقام کو چن لے۔ یہ اسی کا انتخاب ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ اور عالمی سطح پر دین حق کے غلبہ کا آغاز کس ملک سے ہو گا! لیکن یہ بات پورے یقین و وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ آخری دور کے بارے میں جن واقعات و حالات کی خبریں احادیثِ صحیحہ میں دی گئی ہیں' وہ دور آ چکا ہے' اس کا آغاز ہو گیا ہے۔ کسی نہ کسی خطۂ ارضی کو یہ سعادت حاصل ہو کر رہے گی کہ اسے اللہ تعالیٰ صحیح اسلامی انقلاب کے لئے منتخب فرما لے ـــــ اور یہ انقلاب بالکل اسی نہج پر آئے گا جس نہج پر برپا فرمایا تھا محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے' بقول حضرت ابو بکر صدیقؓ : "لَا يَصْلُحُ آخِرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ إِلَّا بِمَا صَلَحَ بِهٖ أَوَّلُهَا" ـــــ تو یہ "آخر" والی بات شروع ہو چکی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ کہیں نہ کہیں اسی نہج پر انقلاب آئے گا جو عالمی سطح پر غلبۂ دین کی تمہید بنے گا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ پاکستان کا یہ خطۂ ارضی' جو حقیقت کے اعتبار سے مملکتِ خداداد ہے' یہ ہمارے قوت بازو اور ہماری جدّوجہد کا نتیجہ نہیں ہے' اسے اللہ تعالیٰ اس سعادت کے لئے قبول فرما لے۔ بظاہر احوال تو مایوسی کے گھٹا ٹوپ اندھیرے سامنے آتے ہیں' پھر امید بندھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی

قدرت سے کوئی چیز بعید نہیں ہے۔ اس کی شانِ والا تبار یہ ہے : ﴿يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ﴾ اسے ہر شے پر قدرت حاصل ہے' وہ شر سے خیر برآمد کرتا ہے جس کا کہیں سان گمان تک نہیں ہوتا۔ لہٰذا ہمیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل اور قدرت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ البتہ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم معروضی طور پر (objectively) غور کریں اور سمجھیں کہ انقلاب کا "محمدیؐ طریق" ہے کیا؟

بحث و تمحیص کے تین حصے

ایک بات تو بالکل آغاز ہی میں سیرت النّبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے واقعات و حالات کے حوالوں اور references کے بغیر اصولی طور پر جان لینی چاہئے کہ انقلاب کسی بھی نوع کا ہو اس کے لئے چھ مراحل طے کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ یہ بات سیرتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے معروضی مطالعے سے حد درجہ واضح ہے۔

البتہ یہ ضرور ہے کہ سیرتِ مطہرہ کے دوران جو حالات و واقعات پیش آئے انہیں خاص سے عام کر کے یعنی generalize کر کے جو اصول و مبادی مستنبط ہوتے ہیں ان کی روشنی میں انقلابی عمل کے مراحل و مدارج اور لوازم طے کئے جائیں گے۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ اس مستنبط خاکے میں رنگ بھرنے کے لئے ہمیں سیرتِ مبارکہؐ سے جو رہنمائی ملتی ہے وہ کیا ہے؟

اور تیسری بات جو عملی اعتبار سے بہت ضروری ہے' یہ ہوگی کہ ہمارے حالات اور نبی اکرم ﷺ کے دورِ سعید کے حالات میں بہرحال چودہ سو برس سے کچھ زیادہ ہی مدّت کا فصل ہے۔ اس دوران حالات میں بہت کچھ تغیّر و تبدّل ہوا ہے اور انسان کے تمدنی و عمرانی تصورات میں بہت کچھ ارتقاء ہوا ہے۔ پھر ایک نمایاں ترین فرق یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کا پورا انقلابی عمل ایک خالص مشرکانہ و کافرانہ ماحول میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تھا جبکہ ہمیں اسلامی انقلاب کے لئے جو کام کرنا ہے وہ مسلمانوں میں کرنا ہے' کافروں میں نہیں کرنا۔ لہٰذا ان حالات کی بنا پر ہمیں غور کرنا ہوگا کہ جو طریق کار ہمیں سیرت النبی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ملتا ہے آیا بعینہٖ وہی اختیار کرنا لازم ہے یا اس طریق کار میں ہمیں درپیش حالات کے فرق و تفاوت کی وجہ سے کہیں کہیں کچھ اجتہاد کرنا ہوگا!

یہ تیسری بات اہم ترین ہے' اس لئے کہ کوئی سلیم العقل شخص بھی بہرحال اس کی نفی

نہیں کر سکتا کہ ایک معاملہ ہے خالص مشرکوں اور کافروں میں کام شروع کرنے کا اور ایک معاملہ ہو گا ان لوگوں میں کام کرنے کا جو بہرحال اعتقاداً اور قانوناً مسلمان ہیں۔ وہ مدعی ہیں کہ ہم توحید کو بھی مانتے ہیں' رسالت کو بھی ختمِ نبوت و تکمیلِ رسالت کے عقیدہ کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ الغرض خود کو نبی اکرم ﷺ کے دامن سے وابستہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں' چاہے ان کی عظیم اکثریت بے عمل ہو' سیرت و کردار کے اعتبار سے ان کی عظیم اکثریت اور غیر مسلموں کے مابین کوئی فرق نہ رہ جائے۔ لیکن یہ بڑا عظیم فرق ہے کہ بہرحال وہ مسلمان ہیں [۳] ——— لہٰذا ان حالات میں منہجِ انقلاب میں فرق و تفاوت ہو گا۔

انقلابی عمل کے لوازم و مراحل

موجودہ دور میں انسانی زندگی کو عام طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے' ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی ——— مذہب کا تعلق انفرادی زندگی سے ہے اور اجتماعیت کے لئے بنیاد ہے سیکولرازم (Secularism) یعنی لادینیت ——— لامذہبیت نہیں۔ اس لئے کہ سیکولرازم مذہب کو تسلیم کرتا ہے لیکن اسے صرف انفرادی زندگی میں محدود قرار دیتا ہے۔ اس انفرادی مذہبی زندگی کے بھی تین حصے ہیں۔ عقیدہ (Dogma)' عبادات (Rituals)' اور چند سماجی رسوم (Social Customs) ——— ادھر اجتماعی زندگی کے بھی تین حصے ہیں۔ معاشرتی نظام' معاشی نظام اور سیاسی نظام۔ گویا تین گوشے انفرادی زندگی کے اور تین گوشے اجتماعی زندگی کے ملا کر کل "چھ" گوشے ہو گئے۔ اسی طرح انقلابی عمل کو بھی چھ مراحل سے گزرنا ہوتا ہے۔

---

[۳] راقم کو اس موقع پر رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم و مغفور کا ایک واقعہ یاد آ گیا۔ مولانا کانگریس میں شامل تھے اور لکھنؤ میں اس کے ایک جلسہ میں تقریر کر رہے تھے کہ کسی نے تحریری سوال بھیجا "مولانا اسلام کے نقطۂ نظر سے آپ کی گاندھی جی کے متعلق کیا رائے ہے؟" مولانا نے کسی مداہنت و مصلحت کے بغیر دو ٹوک جواب دیا کہ "میں گاندھی جی کو سیاسی اعتبار سے ملک کا عظیم ترین لیڈر تسلیم کرتا ہوں لیکن اسلام کے نقطۂ نظر سے ان کے مقابلہ میں ایک فاسق و فاجر کلمہ گو کو بھی افضل سمجھتا ہوں"۔ مولانا مرحوم کی یہ حق گوئی بہرحال رنگ لائی اور انہیں طرح طرح سے تنگ کیا گیا اور وہ کانگریس کو چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ (مرتب)

۱) انقلابی نظریہ اور اس کی اشاعت

انقلابی عمل کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ کوئی انقلابی نظریہ، کوئی انقلابی فکر، کوئی انقلابی فلسفہ موجود ہو جس کی خوب نشرو اشاعت کی جائے۔ ظاہر بات ہے کہ انقلاب کسی انقلابی نظریہ کی بنیاد پر آتا ہے۔ اس کا نقطۂ آغاز (Starting Point) یہ ہے کہ اس نظریہ کی نشرو اشاعت کی جائے، اسے پھیلایا جائے، اسے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے اور لوگوں کو اس نظریہ کی افادیت کا دلائل سے قائل بنایا جائے۔ اس میں اہم بات یہ ہے کہ انقلاب تب ہی آئے گا جب انقلابی نظریہ اجتماعی زندگی کے ان تین گوشوں میں سے کسی ایک سے لازماً متعلق ہو جن کا اوپر ذکر ہوا ـــــ اگر مذہبی اصلاح کا کام ہو رہا ہو، عقائد کی تصحیح ہو رہی ہو، عبادات کی ادائیگی کی ترغیب و تشویق ہو رہی ہو اور اس کے نتیجہ میں ان کی ترویج ہو رہی ہو تو یہ مذہبی کام ہیں یا بالفاظِ دیگر روحانیت اور اخلاقی اصلاح کے کام ہیں، لیکن انقلابی عمل کا آغاز تو کسی ایسے نظریہ کی بنیاد پر ہو گا جس کا تعلق انسان کی معاشرتی، معاشی اور سیاسی زندگی سے ہو۔ اس لئے کہ در حقیقت انقلاب کا محل، مقام اور میدان اجتماعی زندگی کا دائرہ ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا نظریہ، کوئی ایسا فلسفہ، کوئی ایسا فکر ہو جو انسان کی اجتماعی زندگی کے کسی گوشے کے بارے میں انقلابی تبدیلی کا علمبردار ہو اور وہاں جو نظام قائم ہے وہ اس کی جڑوں پر تیشہ بن کر گرے۔ اسی سے انقلابی عمل کا آغاز ہو گا۔

۲) انقلابی جماعت کی تشکیل و تنظیم

انقلابی عمل کا دوسرا مرحلہ یہ ہو گا کہ جو لوگ اس انقلابی نظریہ کو ذہناً قبول کر لیں ان کو منظم کیا جائے۔ اس طرح ایک انقلابی جماعت وجود میں آئے۔ اس جماعت کے لئے دو چیزیں لازمی ہوں گی۔ ایک تو یہ کہ اس کے Cadres، اس کی درجہ بندی بالکل نئی ہونی چاہئے۔ پرانے نظام کے تحت لوگوں کی جو درجہ بندی ہے اگر وہی درجہ بندی اس جماعت کے اندر بھی رہے تو پھر وہ انقلابی جماعت نہیں ہو گی۔ یہاں تو بالکل نئی درجہ بندی ہو گی کہ کون کس قدر گہری وابستگی (Commitment) اس انقلابی نظریہ سے رکھتا ہے! کس نے اس انقلابی نظریہ کے تقاضوں کو خود اپنے آپ پر لازم کیا ہے! اور کون اس انقلابی نظریہ کے لئے کتنی قربانی دے چکا ہے اور کتنی مزید دینے کو تیار ہے! جس نے جتنی پیش قدمی کی ہے اتنا ہی وہ

آگے چلا جائے گا چاہے سابقہ نظام میں وہ شودروں اور اچھوتوں میں شمار ہوتا ہو اور سب سے گھٹیا اور پنچ سمجھا جاتا ہو' اس کی کوئی حیثیت نہ ہو۔ لیکن اگر اس نے اس انقلابی نظریہ کو خلوص و اخلاص اور گہرائی کے ساتھ قبول کیا ہے' اس کے ساتھ اس کی مکمل ذہنی اور عملی وابستگی (Commitment) ہے' اس کے لئے وہ قربانیاں دے رہا ہے تو وہ توقیر و تکریم اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے پیدائشی برہمنوں سے کہیں آگے نکل جائے گا۔ اگر یہ بات نہیں ہوگی تو وہ جماعت انقلابی جماعت نہیں ہے۔

دوسری چیز یہ کہ اس پارٹی کا نظم (Discipline) اگر آرمی ڈسپلن نہ ہو تو یہ پارٹی انقلاب نہیں لا سکتی۔ کوئی ڈھیلی ڈھالی ایسوسی ایشن' کوئی انجمن ٹائپ کی شے' کوئی چار آنے کی ممبری والی جماعت یا کوئی ایسی ہیئتِ اجتماعیہ انقلاب نہیں لا سکتی۔ ہر اجتماعی کام کی نوعیت اور مقصد کے اعتبار سے اسی نوع کی انجمن یا ادارہ یا جماعت کی ضرورت ہے۔ کوئی اصلاحی کام کرنا ہے تو کوئی انجمن بنا لیجئے۔ کوئی تعلیمی کام کرنا ہے تو کوئی ادارہ قائم کر دیجئے۔ مذہبی دعوت و تبلیغ کا کام کرنا ہے تو کوئی جمعیت بنا لیجئے۔ انتخابی سیاست کا کام کرنا ہے تو ممبری کی کوئی فیس مقرر کر کے بڑے پیمانے پر اپنے ہم خیال افراد کی ممبر سازی کر لیجئے —— ایک سیاسی جماعت بنا لیجئے۔ لیکن اگر انقلاب لانا ہے تو اس کے لئے ایسی "پارٹی" درکار ہوگی جس کے ایک تو Cadres بالکل نئے ہوں اور دوسرے اس کا ڈسپلن مضبوط ہو کہ جو حکم ملے مانا جائے۔ یہ نہیں ہوگا تو انقلاب نہیں آسکتا۔ اس لئے کہ ایک جمے ہوئے نظام کو اکھاڑ پھینکنا ہے۔ ایک مضبوط طاقت کے ساتھ ٹکراؤ کا مرحلہ آتا ہے۔ اس میں ڈھیلی ڈھالی انجمن ٹائپ ایسوسی ایشن کام نہیں دے سکتی۔

۳) ٹریننگ اور تربیت

انقلابی عمل میں تیسرا مرحلہ ٹریننگ یعنی تربیت کا ہے —— جو ہر انقلابی عمل کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر انقلابی کارکنوں کی تربیت نہ ہو تو وہ خام ہیں' کچے ہیں۔ تربیت ہوگی تو وہ پختہ ہوں گے' بقول اکبر الٰہ آبادی ؎

تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر!

کچے اور خام لوگوں کو جمع کرلیں گے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اگلے مرحلہ میں جاکر جواب دے جائیں گے۔ وہ خالی کارتوس ثابت ہوں گے اور پھُس ہو کر رہ جائیں گے۔ یہاں ضرورت ہے کہ ہر کارکن پختہ ہو۔ اس بات کو علامہ اقبال نے اپنے انداز میں خوب بیان کیا ہے ؎

خام ہے جب تک تو ہے مٹّی کا اک انبار تو
پختہ ہو جائے تو ہے شمشیرِ بے زنہار تو

یہی وجہ ہے کہ ہر انقلابی پارٹی کے Training Camps ہوتے ہیں۔

تاہم یہ بات اہم ہے کہ یہ تربیت انقلاب کے نظریہ اور فکر کی مناسبت سے ہوگی۔ اگر انقلاب خالص مادی اقدار والا ہے تو ان کارکنوں کی روحانی تربیت کرنا بیکار ہے۔ لیکن اگر پیش نظر وہ انقلاب ہے اور اس نظام کا قیام ہے جس کے اہم ترین اَبعاد (Dimensions) اخلاقی اور روحانی ہیں تو تربیت میں ان پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ اگر یہ چیزیں انقلابی کارکنوں میں نہیں ہوں گی تو انقلاب کے کامیاب ہونے کے نتیجہ میں کہاں سے آجائیں گی؟

ـــــــ لہٰذا ایسے انقلاب کے کارکنوں کے لئے اخلاقی و روحانی تربیت بھی لازمی ہوگی بلکہ اس کو اقدمیت و اولیت کا درجہ حاصل ہوگا۔

پس یہ ابتدائی تین مرحلے ہیں۔ ان تینوں کا حاصل یہ ہے کہ تربیت یافتہ کارکنوں پر مشتمل ایک انقلابی جماعت وجود میں آجائے جو ایک طاقت اور ایک قوت بن جائے!!

انقلابی عمل کا جزوِ لاینفک : تصادم

انقلابی عمل کے اگلے تین مرحلوں کا جامع عنوان ہے "تصادم" ـــــــ لفظ تصادم اگرچہ ناپسندیدہ ہے' اچھا نہیں لگتا اور امن پسند لوگ اس سے ناگواری محسوس کریں گے لیکن یہ بات طے ہے کہ انقلاب تصادم کے بغیر نہیں آتا۔ ؏ "جس کو ہو دین و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں؟" مذہبی اصلاح کا کام کرنا ہو تو کسی تصادم کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف عام نوعیت کی روحانی تربیت گاہیں کھولنی ہوں اور خانقاہی نظام بنانا ہو تب بھی کسی تصادم کی ضرورت نہیں ہے' خانقاہ میں کوئی مربّی' کوئی شیخ بیٹھے ہیں' جو وہاں خود چل کر آئے گا اسے وہ اپنے تربیتی پروگرام میں شامل کرلیں گے' کوئی تصادم نہیں ہوگا۔ لیکن اگر نظام بدلنا مقصود و مطلوب ہو اور پھر تصادم سے بھی گریز ہو تو یہ ممکن نہیں۔ یہ تو بالکل ایسی بات ہے

جیسے دو متضاد چیزوں کو جمع کرنے کی خواہش ہو ـــــ یہ خواہش اپنی جگہ کتنی ہی اچھی ہو لیکن یہ محالِ مطلق ہے۔ تصادم تو انقلاب کے لوازم میں سے ہے۔

پھر یہ ایک بدیہی امر ہے کہ تصادم کا آغاز اصل میں انقلابی جماعت کرتی ہے۔ اس لئے کہ ایک جگہ ایک نظام قائم ہے۔ جیسا بھی ہے' وہ چل رہا ہے۔ اگر ظالمانہ' استبدادی اور استحصالی ہے تو مظلوم طبقات اس نظام کو برداشت اور تسلیم (Reconcile) کئے ہوئے ہیں۔ ان حالات میں ایک جماعت ابھرتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ نظام غلط ہے' ہم اس کو بدل کر رہیں گے' تو در حقیقت تصادم کا آغاز اس جماعت نے کیا۔ اس نے اس نظام کو غلط قرار دے کر اس کو بدلنے کے عزم کا اظہار کیا جو وہاں ایک طویل عرصہ سے چلا آ رہا ہے' جس کے ساتھ لوگوں کی اقدار اور مفادات وابستہ ہیں' جو ان کے یہاں قابل احترام روایات کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ انقلابی جماعت کہتی ہے کہ یہ غلط نظام ہے۔ گویا کہ تصادم کا آغاز اصلاً انقلابی جماعت کی طرف سے ہوتا ہے۔ اب اس کا جو نتیجہ نکلتا ہے اس کے تین مدارج (Phases) ہیں۔

۴) تشدد و تعذیب کے جواب میں صبرِ محض

تصادم کے عمل میں پہلا درجہ Passive Resistance یعنی صبر محض کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب انقلابی جماعت اس نظام کو غلط و فاسد قرار دیتی ہے تو لوگ اس جماعت کو آزاد تو نہیں چھوڑ دیں گے! پہلے وہ اس کے انقلابی فکر اور نظریہ کو چٹکیوں میں اڑائیں گے۔ استہزاء و تمسخر کریں گے' فقرے چست کریں گے' مذاق اڑائیں گے' کہیں گے کہ دماغ خراب ہو گیا ہے' دیوانے اور مجنون ہیں۔ لیکن اگر اس انقلابی جماعت کا قائد اور اس کے معدودے چند ساتھی اس وار کو جھیل جاتے ہیں اور نظریہ کی نشر و اشاعت کا عمل جاری رہتا ہے اور لوگ اس کو قبول کر کے جماعت میں شامل ہو رہے ہیں تو مخالفین کو محسوس ہو گا کہ یہ ہوا کا کوئی معمولی جھونکا نہیں ہے' اس میں تو ایک زبردست آندھی اور طوفان کے آثار پوشیدہ ہیں' جو ہمارے تمام مفادات کو خس و خاشاک کی طرح اڑا کر لے جائیں گے۔ لہٰذا اب وہ تشدد (Persecution) پر اتر آئیں گے اور عقوبت اور ایذا رسانی کی کوئی کسر نہ چھوڑیں گے۔ یہ معاملہ پیش آنا لازمی ہے۔ لیکن اس دور کے لئے اس انقلابی جماعت کا پہلا مرحلہ یہ ہو گا کہ ماریں کھاؤ' لیکن نہ اپنے موقف سے ہٹو اور نہ ہی ہاتھ اٹھاؤ۔ اس لئے کہ اگر اس جماعت نے بھی retaliate کیا یعنی بدلہ میں اس نے بھی ہاتھ اٹھالیا اور وہ جماعت

بھی violent ہو گئی' تو جو جما جمایا نظام ہے اسے اس جماعت کو کچلنے اور نیست و نابود کرنے کا قانونی و اخلاقی جواز مل جائے گا۔ چنانچہ ان کو یہ جواز نہ دیا جائے۔ بے جواز ماریں اور پیٹیں' ایذا رسانی کرتے رہیں۔ لیکن ان کو یہ الزام لگانے کا موقع ہرگز نہیں ملنا چاہئے کہ یہ جماعت خود بھی متشدد ہے اور عوام الناس کو بھی تشدد اور بدامنی کے لئے ابھار رہی ہے۔

اس عدم تشدد کی پالیسی پر کاربند رہنے سے وہ لوگ ایذا رسانی اور مار پیٹ سے تو باز نہیں آئیں گے لیکن اس کا نتیجہ یہ ضرور نکلے گا کہ اس معاشرہ کی خاموش اکثریت (Silent Majority) اس جماعت کے حق میں ہموار ہوتی چلی جائے گی۔ قدرتی طور پر لوگوں کے ذہنوں میں یہ سوال ہیجان پیدا کر دے گا کہ آخر یہ لوگ کیوں پیٹے جا رہے ہیں! ان کو ایذائیں کیوں دی جا رہی ہیں! آخر ان کا جرم کیا ہے! کیا انہوں نے چوری کی ہے یا ڈاکہ ڈالا ہے یا کسی غیر اخلاقی حرکت کا ارتکاب کیا ہے؟ ـــــ یہ اکثریت ہمیشہ خاموش (Silent) ہوتی ہے لیکن اندھی اور بہری تو نہیں ہوتی! وہ دیکھتی ہے کہ یہ کیا ہو رہا ہے! اور اس کے قلوب و اذہان میں اس انقلابی جماعت کے لئے ہمدردی کے جذبات اور احساسات غیر محسوس طریق پر پروان چڑھتے رہتے ہیں ـــــ اور یہ چیز بھی درحقیقت اس انقلابی نظریہ اور فکر کے پھیلنے میں اہم ترین کردار ادا کرتی ہے۔ اس کے لئے بڑا پیارا مصرع ہے کہ ع "جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتحِ زمانہ" ـــــ اندر اندر دل تو مفتوح ہو رہے ہیں' چاہے زبانیں خاموش ہیں' لوگوں میں جرأت نہیں کہ وہ سامنے آجائیں۔ لیکن وہ انقلابی نظریہ اور فکر لوگوں کے ذہن و قلب میں راسخ ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کے علمبرداروں کے لئے دلوں میں ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں۔

۵) اقدام اور چیلنج

اس کے بعد جب طاقت اتنی فراہم ہو جائے کہ وہ انقلابی جماعت یہ محسوس کرے کہ اب ہم کھلم کھلا اور برملا اس غلط نظام کو چیلنج کر سکتے ہیں اور اس نظام کا مقابلہ کر سکتے ہیں تو اس مرحلہ پر یہ صبرِ محض (Passive Resistance) اپنے اگلے مرحلے یعنی اقدام (Active Resistance) میں داخل ہو جاتا ہے۔ اب حکمت عملی تبدیل ہو گی۔ یعنی یہ کہ اینٹ کا جواب پتھر سے دو۔ ان کے تشدد کا جواب بھرپور طریقہ پر دو یا اس نظام کی کسی دکھتی ہوئی رگ کو چھیڑ دو ـــــ آگے چل کر ان تمام باتوں کی تشریح ہو جائے گی۔

۶) مسلح تصادم

اس چیلنج کے نتیجہ میں چھٹا اور آخری مرحلہ شروع ہو گا اور وہ ہے مسلح تصادم۔ جب تک وہ انقلابی جماعت اقدام نہیں کر رہی تھی یعنی ماریں کھا رہی تھی اور ہاتھ نہیں اٹھا رہی تھی تب تک اور بات تھی۔ اب اگر اس جماعت نے بھی ہاتھ اٹھالیا تو وہ نظام اس پر پوری طاقت اور قوت کے ساتھ حملہ آور ہو گا۔ اور یہ ہے وہ آخری مرحلہ (Final Phase) جس کے اندر جسمانی ٹکراؤ (Physical Collision) ہو کر رہتا ہے۔ اسی کے لئے اصطلاح ہے مسلح تصادم یعنی Armed Conflict۔

ظاہر بات ہے کہ جب یہ چھٹا مرحلہ شروع ہو جائے تو اب فریقین کے ہاتھ میں کچھ نہیں رہا۔ اب تو تاریخ بتائے گی، حالات فیصلہ کریں گے اور دو میں سے ایک نتیجہ بہرحال نکلنا ہے اور وہ ہے تخت یا تختہ۔ تیسرا کوئی اور راستہ نہیں ہے۔ اگر پہلے پانچ مراحل صحیح طور پر طے ہوئے ہیں، انقلابی عمل مستحکم ہوتے ہوئے اور consolidate کرتے ہوئے آگے بڑھا ہے، صحیح تربیت ہوئی ہے، صحیح تنظیم ہوئی ہے اور خاص طور پر یہ کہ پہلے پانچوں مراحل کو طے کرنے کا صحیح حق ادا کیا گیا ہے تو انقلابی جماعت کامیاب ہو جائے گی، انقلاب وقوع پذیر ہو جائے گا اور اس انقلابی نظریہ کے مطابق نظام یکسر تبدیل ہو جائے گا۔ ورنہ اسے کچل کر رکھ دیا جائے گا۔

انقلابی عمل کے یہ چھ مراحل (Phases) ہیں، یعنی تین تین کے دو گروپ۔ پہلے تین مراحل کا حاصل ہے :

کسی انقلابی نظریہ، فکر، فلسفہ کو قبول کرنے والوں کا ایک تربیت یافتہ اور منظم جماعت کی شکل میں وجود میں آ جانا۔

دوسرے حصہ کے بھی تین مراحل ہیں اور وہ ہیں :

صبرِ محض (Passive Resistance)، اقدام (Active Resistace) اور مسلح تصادم (Armed Conflict) ـــــ اور اس کا نتیجہ تخت یا تختہ۔

انقلاب کی توسیع و تصدیر

اب اگر انقلاب کامیاب ہو جائے تو ایک ساتواں مرحلہ (Seventh Phase) مزید

شروع ہو گا۔ ان چھ مراحل سے تو کسی ایک ملک میں انقلاب کی تکمیل ہوتی ہے' جبکہ ساتواں مرحلہ اس انقلاب کی توسیع کا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ایک نظریاتی انقلاب کا یہ خاصہ ہے کہ وہ جغرافیائی اور قومی حدود کا پابند نہیں ہوتا۔ وہ ایک فکر' ایک فلسفہ' ایک نظریہ کی بنیاد پر آتا ہے اور نظریہ وہ شے ہے جس کے لئے نہ پاسپورٹ کی ضرورت ہے' نہ ویزا کی حاجت ہے۔ نظریہ کے لئے سرحدیں رکاوٹ نہیں بنتیں۔ نظریہ تو امریکہ جیسے دور دراز ملک سے چلتا ہے اور پاکستان پہنچتا ہے۔ نظریہ کے بڑے مضبوط پر ہوتے ہیں جن کے ساتھ وہ اڑتا ہوا سرحدوں کے تمام موانعات (Barriers) کو عبور کرتا ہے۔ اگر اس نظریہ میں جان ہے تو وہ دوسرے ممالک میں اپنی جڑیں قائم کرے گا' جس کے نتیجہ میں انقلاب کی توسیع ہوگی اور وہ پھیلے گا۔ جیسے انقلاب فرانس' فرانس تک محدود نہیں رہا اور بالشویک یعنی اشتراکی انقلاب صرف روس تک محدود نہیں رہا۔ انقلاب کا یہ خاصہ ہے کہ پہلے کسی ایک ملک' کسی ایک علاقے (Territory) میں آتا ہے' وہاں اس کے ثمرات کا ظہور ہوتا ہے' پھر اس کی بین الاقوامی سطح پر توسیع کا عمل شروع ہوتا ہے۔

کامل انقلاب کی واحد مثال : انقلابِ محمدیؐ

انقلاب کے یہ سات مراحل (۳+۳+۱) میں نے سیرت محمدی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے اخذ کئے ہیں' اس کے سوا میرے نزدیک ان کا کوئی اور ماخذ نہیں ہے' کیونکہ کامل اور ہمہ گیر انقلاب کا منہاج اور نقشہ صرف سیرتِ محمدیؐ سے ہی مل سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تاریخ انسانی میں کامل انقلاب (Total Revolution) صرف اور صرف حضرت محمدِ عربی ﷺ نے برپا کیا ہے۔ باقی دنیا کے جو انقلابات مشہور ہیں وہ جزوی انقلاب تھے۔ فرانس کے انقلاب سے صرف سیاسی ڈھانچہ بدلا' معاشی نہیں بدلا' معاشرتی نہیں بدلا' روحانی و اخلاقی نہیں بدلا' عقائد نہیں بدلے۔ روسی انقلاب سے صرف معاشی ڈھانچہ بدلا' سیاسی ڈھانچہ میں ایک جزوی تبدیلی یہ آئی کہ صرف ایک پارٹی ہی کے نمائندوں پر مشتمل حکومت کا نظام قائم ہو گیا ـــــ البتہ انسانی زندگی کے چھ کے چھ گوشوں یعنی عقائد' عبادات اور سماجی رسوم کے علاوہ معاشرتی نظام' معاشی و اقتصادی نظام اور سیاسی نظام کو تاریخ انسانی میں صرف ایک مرتبہ بدلا گیا ہے اور یہ بدلا ہے حضرت محمد ﷺ نے۔ پس جسے کامل' ہمہ گیر' ہمہ جہ اور

Total Revolution کہا جائے تو وہ ہے ہی صرف ایک' اور وہ ہے صرف رسول آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کا برپا کیا ہوا انقلاب ـــــ حضور ﷺ کے لائے ہوئے انقلاب میں ڈھونڈے سے بھی کوئی چیز ایسی نہیں ملے گی جو یکسر تبدیل ہو کر نہ رہ گئی ہو۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗ کی جدّوجہد' سعی و کوشش' محنت و مشقت اور ایثار و قربانی کے نتیجہ میں لکھوکھا مربع میل زمین کے ایک ملک کے رہنے والوں کی زندگیوں میں ایک ایسا انقلاب عظیم برپا ہو گیا کہ ان کی سوچ بدل گئی' ان کا فکر بدل گیا' ان کے عقائد بدل گئے' ان کی اقدار بدل گئیں' ان کے عزائم بدل گئے' ان کے مقاصد بدل گئے' ان کی آرزوئیں بدل گئیں' ان کی تمنّائیں بدل گئیں' ان کے دن بدل گئے' ان کی راتیں بدل گئیں' ان کی صبحیں بدل گئیں' ان کی شامیں بدل گئیں' ان کی زمین بدل گئی' ان کا آسمان بدل گیا۔ یہاں تک کہ اگر پہلے انہیں زندگی عزیز تھی تو اب موت عزیز تر ہو گئی۔ جو رہزن تھے وہ رہبر بن گئے۔ جو اُمّیِ محض تھے وہ متعدّد علوم و فنون کے موجد بن گئے۔ جو بے شمار ذمائم اخلاق میں مبتلا تھے وہ مکارمِ اخلاق کے معلّم و داعی بن گئے۔ جو زانی اور نفس پرست تھے' وہ عصمت و عفّت کے محافظ بن گئے۔ جو بے قید حصولِ معاش کے عادی اور اسراف و تبذیر کے خوگر تھے وہ مال و دولت کے امین بن گئے ـــــ یہ تھی گھمبیرتا' ہمہ گیری اور برکت اس انقلاب کی جو محمدِ عربی ﷺ نے برپا فرمایا۔

پھر صرف یہی بات قابل ذکر نہیں ہے کہ کسی ایک انسانی زندگی میں انقلابی عمل کی تکمیل دنیا میں صرف ایک بار ہی ہوئی ہے' بلکہ سب سے زیادہ اہم اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ انقلابی عمل کے تمام کے تمام سات مراحل آپ کو ایک فردِ واحد کی زندگی میں نظر آجائیں' یہ ممکن ہی نہیں۔ اس کی کوئی نظیر ہی نہیں سوائے خاتم النبیّین سیّد المرسلین جناب محمد ﷺ کے۔ ایک فردِ واحد ۶۱۰ء عیسوی میں ایک انقلابی دعوت لے کر کھڑا ہوتا ہے اور ۶۳۰ء میں یعنی کل بیس برس میں عرب میں انقلاب تکمیل پا جاتا ہے۔ باقی دو سال اس انقلاب کی توسیع کے عمل میں گزرے ہیں ـــــ ۰۶ھ میں صلح حدیبیہ کے بعد مختلف سربراہانِ مملکت کو دعوتی خطوط ارسال کئے گئے تھے اور سفارتیں بھیجی گئی تھیں۔ ۰۸ھ میں مکّہ فتح ہو گیا۔ اس کے بعد کے دو سال کے عرصہ میں جنگِ مُوتہ ہوئی جس میں سلطنتِ روما جیسی وقت کی سپر طاقت کے ساتھ مسلح تصادم ہوا۔ اس کے بعد ۰۹ھ میں خود نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں سفر

تبوک ہوا۔ اس موقع پر تیس ہزار جان نثار حضور ﷺ کے جلو میں تھے۔ قیصرِ روم ایک لاکھ سے بھی متجاوز کیل کانٹے سے لیس افواج کے ساتھ فلسطین اور شام کے سرحدی علاقوں میں موجود تھا۔ لیکن یہ بھی تاریخ کا انوکھا واقعہ ہے کہ اس کو نبی اکرم ﷺ کے مقابلہ میں آنے کی ہمت نہیں ہوئی۔ اس کی صرف یہ توجیہ کی جا سکتی ہے کہ ہرقل قیصر روم دل میں حضور ﷺ کو نبوت و رسالت کا قائل ہو چکا تھا اور جانتا تھا کہ کسی رسول سے ٹکراؤ کا مطلب تباہی و بربادی کے سوا اور کچھ نہیں ہو گا۔ اسی لئے وہ دُوبدُو مقابلہ سے پہلو تہی کر گیا۔ ایمان اس لئے نہیں لایا کہ اس طرح اسے اپنی گدّی سے محروم ہونا پڑتا ـــــ پھر یہ کہ حضورؐ نے وفات سے چند دن قبل حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سربراہی میں شام کی ایک مہم کے لئے لشکر ترتیب فرمایا۔ وہ لشکر ابھی روانہ نہیں ہوا تھا کہ مرض نے شدت اختیار کی اور ربیع الاول ۱۱ھ میں نبی اکرم ﷺ نے "الرفیق الاعلیٰ" کی طرف مراجعت فرمائی۔

اندازہ کیجئے کہ اکیس بائیس برس کے لگ بھگ مختصر ترین عرصہ میں نبی اکرم ﷺ نے ایک ہمہ گیر اور ہمہ جہتی انقلاب کی ازابتداء تا انتہاء بنفسِ نفیس تکمیل فرمادی، جس کی دنیا میں کوئی نظیر نہ پہلے موجود تھی نہ تاقیامِ قیامت ملے گی۔ دنیا کے دوسرے دو انقلابات مشہور ہیں یعنی انقلابِ فرانس اور انقلابِ روس۔ ایک طرف تو یہ انقلابات جزوی تھے اور دوسری طرف قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان انقلابات کا فکر دینے والے کوئی اور تھے اور انقلاب برپا کرنے والے اور ـــــ پھر انقلابی فکر پیش ہونے اور اس کے نتیجہ میں عملاً انقلاب برپا ہونے میں اچھا خاصا زمانی فصل ہے۔ انقلاب فرانس اس فکر کے نتیجہ میں رونما ہوا جو والٹیر اور روسو جیسے بے شمار مصنفوں کی کتابوں کے ذریعے کافی عرصہ تک پھیلتا رہا ـــــ اسی طرح انقلاب روس کی اساس کارل مارکس کی کتاب "داس کیپیٹل" پر قائم ہوئی لیکن خود مارکس کی زندگی میں ایک گاؤں میں بھی انقلاب کے عملاً برپا ہونے کا امکان تک پیدا نہ ہو سکا۔ مارکس جرمنی کا رہنے والا تھا لیکن انقلاب روس میں آیا اور اس کی موت کے قریباً پچاس سال بعد لینن جیسی فعال شخصیت کے ہاتھوں آیا۔ اور وہ بھی اس لئے کہ روس کے داخلی معاملات اس حد تک بگڑ گئے تھے کہ وہ بالشویک انقلاب کے لئے ساز گار ہو گئے تھے۔ مگر اکیس بائیس برس کے لگ بھگ ایک مختصر سے عرصہ میں ایک عالم گیر انقلاب کی تکمیل جس

میں انقلاب کے جملہ مراحل کی تکمیل دنیا کی تاریخ میں صرف ایک بار ہوئی وہ حضرت محمد ﷺ کے دستِ مبارک سے ہوئی ہے۔ بعد میں رونما ہونے والے انقلابات میں اصل راہنمائی سیرتِ مطہرہ سے ہی لی گئی ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو
زانکہ از خاکش بروید آرزو!
یا ز نورِ مصطفیٰؐ او را بہاست!!
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰؐ است

یعنی نبی اکرم ﷺ کے سعید و مبارک دور کے بعد دنیا نے جو کچھ سیکھا ہے وہ حضورؐ سے ہی سیکھا ہے۔ یا پھر انسان ٹھوکریں کھا کھا کر چار و ناچار اسی منزل کی طرف پیش قدمی کر رہا ہے کہ جس منزل پر پہنچایا تھا محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے ـــــ لہٰذا یاد رہے کہ انقلابی عمل کے مراحل کے استنباط کے لئے میرا ماخذ صرف اور صرف سیرت النبیؐ ہے۔

انقلابِ نبویؐ کا اساسی نظریہ : توحید

اب ہم سیرت النبیؐ کا جائزہ لیتے ہیں کہ وہاں یہ چھ قدم کس ترتیب سے اٹھائے گئے۔ پہلا قدم ہوتا ہے ایک انقلابی نظریہ، فکر اور فلسفہ سے متعلق۔ انقلابِ محمدیؐ اور دوسرے انقلابات کے مابین اس اعتبار سے فرق کیا ہے؟ یہ کہ دنیا کے دونوں مشہور و معروف انقلابات کے لئے نظریہ، فکر اور فلسفہ انسانی ذہنوں کی پیداوار تھا، جبکہ جناب محمدؐ رسول اللہ ﷺ کو وہ نظریہ، فکر اور فلسفہ وحی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ پہلا عظیم ترین فرق تو یہ ہے کہ یہ نظریہ ہے "توحید"۔ کامل ترین اور خالص ترین توحید، جس کی بنیاد ہے قرآن حکیم۔ اس قرآن کے ذریعہ سے یہ انقلابی نظریہ لوگوں کے سامنے آنا شروع ہوا۔ اس حقیقت کو نہایت سادہ اور سلیس الفاظ میں مولانا حالی نے بیان کیا ہے ؎

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن دل میں سب کے لگا دی اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

اور نہایت پُرشکوہ الفاظ میں بیان کیا علامہ اقبال نے ؎

در شبستانِ حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید

اور

آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم حکمتِ اُو لایزال است و قدیم
فاش گویم آنچہ در دل مضمر است این کتابے نیست چیزے دیگر است
مثلِ حق پنہاں وہم پیداست این زندہ و پائندہ و گویاست این
چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود جاں چوں دیگر شد جہاں دیگر شود

انقلابی نظریۂ توحید کی بنیاد قرآن ہے ـــــ دعوت قرآن کی' تبلیغ قرآن کی' انذار قرآن سے' تبشیر قرآن سے' تذکیر قرآن سے' حتیٰ کہ تزکیہ یعنی تربیت بھی قرآن سے ـــــ حاصل کلام یہ کہ : نبی اکرم ﷺ کی دعوت کا مرکز و محور اور منبع و سرچشمہ ہے قرآن مجید' فرقانِ حمید!!

دوسری بات ایک بہت اہم نکتہ ہے جسے لوگ سمجھ نہیں پاتے۔ وہ یہ کہ حضور ﷺ کی دعوت کو جہاں تک "نظریہ" کہا جائے گا تو اس انقلابی نظریہ کے تین حصے شمار کئے جائیں گے : ۱۔ توحید ۲۔ رسالت ۳۔ معاد یا آخرت۔ ان میں سے جہاں تک "نظام" کا تعلق ہے وہ در حقیقت نظریۂ توحید پر ایمان لانے سے ہے۔ آخرت پر ایمان انسان کی سیرت و کردار کی تربیت اور صحیح تعمیر کی بنیاد بنتا ہے۔ نماز' روزہ' حج' زکوٰۃ وغیرہ اصل میں اسی تربیتی مراحل کی چیزیں ہیں۔ اشخاص کی سیرت و کردار کو اس خاص سانچہ میں ڈھالنا کہ جس سانچہ کے ڈھلے ہوئے کارکنوں کے ذریعہ سے اسلامی انقلاب آ سکے' اس تربیت کا پروگرام ان چیزوں پر مشتمل ہے۔ دل میں چھپے ہوئے امراض اور روگوں کا مداوا اور علاج بھی قرآن اور اس تربیتی پروگرام ہی سے ہوتا ہے' جس کے لئے دینی اصطلاح تزکیہ ہے۔ الغرض ایمان بالآخرت انسان کے جذبۂ عمل کو متحرک (motivate) کرنے کا نہایت مؤثر عامل ہے ـــــ جبکہ رسالت پر ایمان کا تعلق قانون سے ہے۔ حضور ﷺ کو دل و جان سے رسول تسلیم کرنے اور آپؐ

کی دی ہوئی تمام خبروں کی تصدیق کا نام ہی دراصل ایمان ہے۔ اس کے بغیر ہم نہ توحید کو صحیح معنوں میں جان سکتے ہیں' نہ آخرت کو مان سکتے ہیں' اور نہ ہی اعمال صالحہ اور افعال سیئہ کو صحیح طور پر پہچان سکتے ہیں۔ یہی مطلب و مفہوم اور مقصود ہے نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارک کا:

((لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ))
"تم میں سے کوئی شخص مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک اس کی خواہش نفس اس ہدایت کے تابع نہ ہو جائے جو میں لے کر آیا ہوں۔"

نظریۂ توحید کے متضمّنات

جناب محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو انقلابی نظریہ یا دعوت لے کر تشریف لائے وہ درحقیقت توحید ہے۔ لہٰذا اس انقلابی فکر اور فلسفہ کے متضمنات (corollaries) اس کے مضمرات' اس کے مقتضیات' اس کے بدیہی نتائج و عواقب کو سمجھنا ضروری ہے جس کے بغیر توحیدِ کامل اور توحیدِ خالص کے انقلابی پہلو کا صحیح ادراک و شعور مشکل ہے۔ اس پہلو سے تین چیزیں نہایت اہمیت کی حامل ہیں۔

انسانی حاکمیت کی بجائے خلافت

توحید کے متضمنات میں سب سے پہلی چیز حاکمیت انسانی کی کُلّی نفی ہے۔ یہ سب سے بڑا' سب سے عظیم انقلابی نظریہ ہے جس تک انسان کا اپنا ذہن رسائی کر ہی نہیں سکتا۔ اس کا علم صرف وحیِ الٰہی کے ذریعے ہی سے حاصل ہونا ممکن ہے۔ اس بات کو پہلے بھی مشرکین نے مانا ہے اور آج بھی تسلیم کرتے ہیں کہ کائنات کی تکوینی حاکمیت صرف اللہ کی ہے۔ لیکن توحید کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا میں تشریعی حاکمیتِ مطلقہ بھی صرف اللہ کے لئے ہے: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ــــ اور اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ــــ اور تَبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ــــ اور لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ــــ گویا ؎

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

اس نظریہ کو نہایت شدّ و مد اور محکم دلائل و براہین کے ساتھ قرآن مجید ہی نے پیش کیا ہے۔

یہ موضوع اگرچہ تفصیل کا متقاضی ہے، لیکن یہاں چند اشارات ہی پر اکتفا کریں گے۔ غور کیجئے کہ فرانس کے انقلاب نے کیا کیا تھا۔ صرف ایک ہی چیز میں تبدیلی کی تھی کہ حاکمیت کسی خاندان یا فرد کی نہیں ہے بلکہ عوام کی ہے ـــــ گویا حاکمیت ایک خاندان یا فرد کے ہاتھ سے لے کر جمہور کو دے دی گئی۔ صرف یہی تبدیلی رونما ہوئی، اور تو کوئی نہیں۔ اس انقلاب کا لبِّ لباب یہی ہے کہ : "حاکمیت (Sovereignty) کسی مخصوص فرد یا کسی شاہی خاندان کے ساتھ متعلق نہیں ہے، بلکہ فی الحقیقت حاکمیت کا تعلق عوام کے ساتھ ہے"

یہی نظریہ ہے جمہوریت کا۔ سارا جھگڑا اور سارا فساد اسی کا ہے کہ حاکمیت کس کی! اختیار کس کا!! قانون بنانے اور دینے کا مجاز کون!!! یہ ہے اصل میں سارے بِس کی گانٹھ۔ اور یہ انقلاب کہ حاکمیت کو افراد اور خاندانوں سے نکال کر عوام میں لے آنا تو اس کے لئے کتنا خون دینا پڑا ہے۔ فرانس کا انقلاب بڑا ہی خونیں انقلاب تھا۔ شیر کے منہ سے نوالہ نکالنا کوئی آسان کام ہے؟ جن لوگوں نے یورپ کی تاریخ پڑھی ہے وہ جانتے ہیں کہ وہاں Divine Rights of the King کا سکہ جاری تھا۔ یعنی بادشاہوں کو تو خدائی اختیار حاصل ہیں، انہیں کون چیلنج کر سکتا ہے! دنیا میں عام طور پر بادشاہوں کے لئے یہی تصور دیا گیا، جیسے ہندوستان میں سورج بنسی اور چندر بنسی خاندان تھے اور مصر میں فرعون تھا۔ راع یعنی سورج کو مصری بھی اپنا سب سے بڑا دیوتا مانتے تھے۔ تو ان خاندانوں کا تعلق نام نہاد دیوتاؤں اور دیویوں سے جوڑا گیا اور ان کے بارے میں یہ طے کر لیا گیا کہ ان کو چھیڑا نہیں جا سکتا، حکومت کرنا ان کا حق ہے اور ان کی بے چون و چرا اطاعت کرنا اور ان کو خراج ادا کرتے چلے جانا عوام کا فرض ہے۔ یہ فلسفے مذہبی سطح پر چلائے گئے۔ نام نہاد مذہب نے ہمیشہ اس تصور کو تحفظ دیا ہے، اس لئے کہ پنڈتوں، پوپ، پجاریوں، پروہتوں، پادریوں اور Priests کے مفادات اسی مشرکانہ تصور سے وابستہ رہے۔ دیوی و دیوتا کے نام سے جو بڑے مندر اور ہیکل تعمیر کئے جاتے رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مریم صدیقہ کے نام پر جو بڑے بڑے کلیسا، گرجے اور چرچ بنائے جاتے رہے ان پر عوام الناس جو چڑھاوے چڑھاتے رہے ہیں وہ کہاں جاتے رہے! کیا ان بتوں اور مجسموں کے پیٹوں میں؟ نہیں، وہ سب ان لوگوں کے پیٹ میں جاتے رہے ہیں جن کے القاب "پ" سے شروع ہوتے ہیں اور جو میں نے ابھی آپ کو گنوائے

ہیں۔ آپ چاہیں تو ایک پ (پیر) کا اور اضافہ کرلیں جو ہمارے یہاں رائج ہے جن کی اکثریت نے اسے پیشہ بنا رکھا ہے اور اس نے حاکمیتِ مطلقہ کے بجائے شفاعتِ باطلہ کا تصور جہلاء کے ذہنوں میں بٹھا کر اولیاء اللہ کے مقابر کو استھانوں کا درجہ دے رکھا ہے اور اس طرح آمدنی کا ذریعہ پیدا کر رکھا ہے۔ بقولِ شاعر ؏ "مانگنے والا گدا ہے صدقہ مانگے یا خراج!"

بہرحال سارا جھگڑا حاکمیت کا ہے کہ حاکم و مختارِ مطلق کون ہے؟ اب آپ سوچئے کہ انسانی سطح پر حاکمیت کی تبدیلی یعنی ایک فرد یا ایک خاندان کی حاکمیت کے بجائے عوام کی حاکمیت لانے کے لئے کتنے پاپڑ بیلنے پڑے' تو یہ کتنا بڑا انقلاب ہے جو برپا فرمایا جناب محمدؐ رسول اللہ ﷺ نے' جسے یوں تعبیر کیا علامہ اقبال نے کہ ؎

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں!

یہ عظیم ترین انقلابی نظریہ ہے : اللہ کی حاکمیتِ مطلقہ۔ اس کے سوا کوئی حاکمِ مطلق نہیں ہے۔ نہ کوئی فرد' نہ کوئی خاندان' نہ کوئی قوم' نہ پوری نوعِ انسانی۔ انسان کے لئے حاکمیت کی نفیِ مطلق ہے۔ انسان کے لئے تو خلافت ہے۔ اور وہ بھی عوامی خلافت —— یعنی خلیفہ بھی آسمان سے مقرر نہیں ہوتا بلکہ عوام میں سے منتخب ہوتا ہے۔ اہلِ سُنّت اور اہلِ تشیّع کے تصورِ خلافت و امامت میں اساسی و بنیادی فرق و اختلاف یہی ہے کہ اہل تشیع کے نزدیک امامت صرف ایک خاندان کا حق ہے اور ان کے نزدیک امام مامور من اللہ ہوتا ہے' لہٰذا مطاعِ مطلق بھی ہوتا ہے اور معصوم عن الخطاء بھی۔ ہمارا تصور و عقیدہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ مامور من اللہ ہونا اور معصومیت خاصّۂ نبوت و رسالت ہیں۔ جناب محمد ﷺ پر نبوت ختم ہوئی اور رسالت کی تکمیل ہوگئی۔ لہٰذا معصومیت بھی ہمیشہ ہمیش کے لئے ختم ہو گئی۔ کوئی خلیفہ یا امام مامور من اللہ نہیں ہے۔ کوئی معصوم نہیں ہے اور نہ تاقیامِ قیامت ہو سکتا ہے۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق مسلمانوں کے لئے خلافت ہے' خلافتِ عامّہ —— یعنی عوام الناس اپنی رائے سے جس کو چاہیں خلیفہ چن لیں۔ گویا کہ وہ اپنے حقِ خلافت کو تفویض (delegate) کر رہے ہیں ایک شخص کو کہ وہ ان کا سربراہ ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لئے اصطلاح استعمال کی تھی "خلیفۂ رسولِ اللہ" اور عام طور پر زباں زد ہوئی اصطلاح خلیفۃ المسلمین —— خلافتِ راشدہ درحقیقت تمہ اور ضمیمہ تھی دورِ

نبوت کا ـــــ وہ مشن جو حضور ﷺ کو دیا گیا تھا: هُوَالَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ' اس کی توسیع اور عالمی سطح پر اس کی تکمیل کے لئے دراصل یہ خلافت کا نظام قائم کیا گیا تھا کہ ایک ملک میں اللہ کے دین کو بنفسِ نفیس نبی اکرم ﷺ نے غالب اور قائم فرمادیا اور پھر پورے کرۂ ارض پر اسے غالب کرنے کا کام امت کے حوالے فرمادیا ـــــ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ مشن دے کر حضورؐ دنیا سے تشریف لے گئے۔ لہٰذا یہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ تھی۔ اسی لئے صدیق اکبرؓ پہلے خلیفہ راشد نے اپنے لئے "خلیفۂ رسولِ اللہ" کا لفظ اختیار کیا۔ لیکن آئندہ مستقل طور پر اسلامی خلافت کا سربراہ خلیفۃ المسلمین یا امیرالمومنین کہلائے گا۔ یعنی اصل میں تو تمام مسلمان خلافت کے اہل اور حامل ہیں' لیکن وہ جب اپنی رائے سے کسی کو خلافت کی ذمہ داری تفویض کریں گے تو وہ مسلمانوں کا خلیفہ ہوگا۔ یہ ہے نظریۂ توحید کا سب سے پہلا انقلابی تصور' جس کا تعلق سیاسی ڈھانچے سے ہے۔

ملکیت کی بجائے امانت

اسی نظریۂ توحید کا بدیہی نتیجہ' جسے اس دور میں پوری طرح کھول کر بیان کرنے اور واضح کرنے کی ضرورت ہے' وہ انسان کی ملکیتِ مطلقہ کی نفی کامل ہے۔ جیسے کوئی حاکم مطلق نہیں ویسے ہی کوئی مالکِ مطلق نہیں۔ حاکمِ حقیقی بھی اللہ ہے اور مالکِ حقیقی بھی اللہ ہے ـــــ قرآن مجید میں جس طور پر مختلف اسالیب سے اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ مطلقہ کا اثبات فرمایا گیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کی ملکیتِ مطلقہ کا بھی مختلف اسالیب سے اثبات کیا گیا ہے۔ "لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" اور "لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ" کے الفاظ اللہ کی اسی ملکیتِ مطلقہ کے اظہار کے لئے قرآن مجید میں متعدد بار آئے ہیں۔ یہاں "لِلّٰهِ" اور "لَهُ" میں حرفِ جار لام کے متعلق تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ لامِ تملیک بھی ہے اور لامِ استحقاق بھی ـــــ پھر سورۂ آل عمران میں: "وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" اور سورۂ منافقون میں: "وَلِلّٰهِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" فرماکر مسئلہ کو بالکل واضح اور منقح کردیا گیا کہ جس طرح حاکمِ حقیقی صرف اللہ ہے اسی طرح کائنات کی ہر شے کا مالکِ حقیقی بھی صرف اللہ ہے۔ شیخ سعدیؒ نے اس مفہوم کو بڑے دل نشین اسلوب سے ادا کیا ہے

ایں امانت چند روزہ نزدِ ماست
درحقیقت مالکِ ہر شے خداست

اسی مفہوم کو علامہ اقبال یوں ادا کرتے ہیں ؎

بندۂ مومن امیں' حق مالک است
غیر حق ہر شے کہ بینی ہالک است

حاصل کلام یہ ہوا کہ جیسے حاکمیت کے باب میں حاکمیت کے بجائے خلافت ہے' ویسے ہی ملکیت کے ضمن میں ملکیت کے بجائے امانت ہے۔ جو کچھ انسان کے پاس ہے اس کے حصول پر بھی قدغنیں ہوں گی۔ ناجائز طریقہ سے حاصل کرے گا تو ضبط کر لیا جائے گا اور تادیب کا سزاوار ٹھہرے گا لیکن انسان جائز طریقہ سے جو کچھ حاصل کرے گا تو وہ اس کے پاس اللہ کی امانت ہے۔ اس میں تصرف بھی صرف جائز طریقہ سے کیا جا سکے گا' ناجائز طریقہ سے تصرف ہو گا تو تصرف کا اختیار بھی ساقط ہو جائے گا ـــــــ یہ بھی بہت بڑا انقلابی نظریہ ہے۔ ایک وہ تصور ہے کہ ذاتی ملکیت کا حق بڑا مقدس ہے۔ میری شے ہے' میں جس طرح چاہوں استعمال کروں' میرا اختیار مطلق ہے' میں جو چاہوں کروں۔ ملکیت کا مطلب تو یہی ہے کہ میری بکری ہے' میں جب چاہوں ذبح کر دوں' تم کون ہو پوچھنے والے؟ میرا پیسہ ہے' میں جس طرح چاہوں اسے Invest کروں' میں نے شراب خانہ کھولا ہے' میں نے کسی کو مجبور نہیں کیا' جو آ کر پینا چاہے پئے' نہ پینا چاہے نہ پئے۔ میں نے کسی پر جبر نہیں کیا' میں بھی آزاد ہوں' وہ بھی آزاد ہے۔ میں نے قمار خانہ' قحبہ خانہ' نائٹ کلب اور انہی قبیل کے کاموں میں اپنا سرمایہ لگایا ہے' کوئی ان میں دلچسپی لے یا نہ لے' میں کسی کو مجبور نہیں کرتا۔ لیکن یہ تصور اسلام میں نہیں ہے۔ اسلام میں امانت کا تصور ہے۔ امانت کے مالک نے جس حد تک اور جن پابندیوں کے ساتھ تصرف کا حق دیا ہے' اس حد تک تصرف کر سکتے ہو۔ اس سے تجاوز کرو گے تو مجرم شمار ہو گے۔ غور کیجئے کہ معاشی سطح پر یہ کتنا عظیم انقلاب ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں

اس عقیدۂ توحید کا جو تیسرا انقلابی پہلو ہے اس کو بیان کرنے سے قبل چند اہم باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ اس توحید کا ایک اعتقادی پہلو ہے۔ یعنی کسی کی عبادت اور پرستش نہ ہو سوائے اللہ کے : لَا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ۔ کسی کو رکوع و سجدہ نہ کیا جائے سوائے اللہ کے۔ کسی سے دعا نہ کی جائے سوائے اللہ کے : لَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا○ اس کا کوئی نِد' اس کی کوئی ضد' اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ اس کا کوئی کفو' اس کا کوئی ہم سر نہیں : فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا ــــــ اور قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ○ اَللّٰہُ الصَّمَدُ○ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ○ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ○ اس کے سوا کوئی حاجت روا' دستگیر اور پشت پناہ نہیں ہے : اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِیْ وَکِیْلًا○ نذر و نیاز' قربانی الغرض کوئی بھی تعبّدی عمل اس کے سوا کسی اور کے لئے نہیں ہے : اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ یہ تمام امور یقیناً عقیدۂ توحید کے مظاہر اور اس کے لوازم ہیں ــــــ ان میں ذرا سی اونچ نیچ اور کمی بیشی ہوئی تو توحید ختم ہوئی اور شرک لازم ہو گیا۔ پھر تو معاملہ وہ ہو جائے گا جس کی طرف سورۂ یوسف کی اس آیت مبارکہ میں توجہ دلائی گئی ہے : وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُھُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَھُمْ مُّشْرِکُوْنَ○ ــــــ الغرض توحید کا پوری انسانی زندگی پر محیط ہونا ایمان کا لازمی تقاضا ہے ــــــ توحید کی چھاپ تو پوری زندگی پر ہونی لابدّ منہ ہے ــــــ لیکن اِس وقت کی اور اس دور کی شدید ضرورت ہے کہ عقیدۂ توحید نے اجتماعی زندگی کے ان تین گوشوں یعنی معاشرتی' معاشی اور سیاسی گوشوں میں جو عظیم انقلاب برپا کیا ہے اسے نہایت وسیع پیمانے پر محکم دلائل کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ اسی کے ذریعہ سے موجودہ باطل اور مادّہ پرستانہ تمام نظریات اور نظام ہائے زندگی کا ابطال اور اسلام کی حقانیت کا احقاق ہو سکے گا۔

کامل معاشرتی مساوات

انسانی تاریخ کا یہ المیہ رہا ہے کہ جہاں ایک طبقہ خدائی اختیارات (Divine Rights) کا مدّعی رہا ہے اور جہاں انسان ملکیتِ مطلقہ کی ضلالت میں مبتلا رہا ہے وہاں وہ اس گمراہی میں بھی ٹھوکریں کھاتا رہا ہے کہ انسانوں میں ذات پات اور اونچ نیچ کی تقسیم ہے۔ جبکہ توحید کا تیسرا تقاضا یہ ہے کہ دنیا کے تمام انسان برابر ہیں۔ کوئی اونچا نہیں' کوئی نیچا نہیں' کوئی اعلیٰ نہیں' کوئی ادنیٰ نہیں۔ یہ برہمن اور شودر کی تقسیم' یہ رنگ و نسل کی بنیاد پر افتخار انسان کے اپنے

ذہن کے تراشے ہوئے فلسفے ہیں ـــــ یہ انسان کے تنگ ذہن اور قلب کے تراشیدہ اصنام ہیں۔ معاشرتی سطح پر توحید کا انقلابی تصور یہ ہے :

﴿ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً ﴾

"اے نوعِ انسانی! تقویٰ اختیار کرو اپنے اس مالک اور پروردگار کا جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا' پھر اس (ایک جان) سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر اس جوڑے سے (دنیا میں) کثیر تعداد میں مرد و عورت کو پھیلا دیا"۔

یعنی پوری نوع انسانی ایک ہی جوڑے (آدم و حوا) کی اولاد ہے ـــــ بدقسمتی سے توحید کے ماننے والوں میں بھی مرورِ زمانہ اور دوسروں کی دیکھا دیکھی اونچ نیچ کی تقسیم آ گئی ہے۔ چنانچہ سید زادہ' وہ چاہے واقعی سید زادہ ہو یا بنا ہوا سید ہو' وہ چاہے زانی اور شرابی ہو' اس کے گھٹنے کو احترام کے ساتھ ہاتھ لگایا جائے گا۔ یہی صورت حال' یہی تقسیم وڈیروں' زمینداروں اور ان کے مزارعین اور پیروں اور ان کے مریدوں کے مابین دیکھنے میں آتی ہے۔ یہ سب کہاں سے آیا؟ ایک طرف نسلی امتیاز کی نفی اور دوسری طرف نسل پرستی کا یہ عالم! ـــــ اگر کامل سماجی مساوات نہیں ہے تو کسی درجہ میں وہ معاشرہ اسلامی معاشرہ کہلانے کا مستحق نہیں ہے ؎

یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سب ہی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟؟

یہ ساری تقسیمیں غلط ہی نہیں موجبِ فساد بھی ہیں۔ کوئی اونچا اور کوئی نیچا نہیں۔ اس لئے کہ سب کا خالق ایک اللہ ہے اور سب ایک انسانی جوڑے آدم اور حوا کی اولاد ہیں۔ تو کون اونچا اور کون نیچا! کون اعلیٰ اور کون ادنیٰ! نبی اکرم ﷺ نے حجتہ الوداع میں اعلانِ عام فرما دیا :

((یَا اَیُّھَا النَّاسُ ' اَلَا اِنَّ رَبَّکُمْ وَاحِدٌ ' وَاِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ ' اَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی اَعْجَمِیٍّ وَلَا لِعَجَمِیٍّ عَلٰی عَرَبِیٍّ وَلَا لِاَحْمَرَ عَلٰی اَسْوَدَ وَلَا لِاَسْوَدَ عَلٰی اَحْمَرَ اِلَّا بِالتَّقْوٰی))

(مسند احمد)

"اے لوگو! آگاہ رہو کہ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے۔ آگاہ رہو کہ نہ کسی عربی کو کسی عجمی پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر ــــ نہ کسی گورے کو کسی کالے پر کوئی فضیلت حاصل ہے اور نہ ہی کسی کالے کو کسی گورے پر۔ بنائے فضیلت کوئی ہے تو وہ صرف تقویٰ ہے"۔

فضیلت اگر کوئی ہے تو وہ خدا ترسی اور اعلیٰ سیرت و کردار کی بنا پر ہے اور وہ معاملہ آخرت میں ہو گا۔ تمام انسان اس دنیا میں کامل سماجی مساوات رکھتے ہیں۔

غور کیجئے کہ اس سماجی و معاشرتی مساوات کا تعلق بھی توحید ہی سے ہے۔ چونکہ تمام انسانوں کا پیدا کرنے والا اللہ ہے لہٰذا سب برابر ہو گئے۔ کوئی چھوٹا خدا کسی ایک کا پیدا کرنے والا ہوتا اور کوئی بڑا خدا کسی دوسرے کا پیدا کرنے والا ہوتا تو اونچ نیچ ہو جاتی۔ یا جیسے ہندوؤں میں اونچ نیچ کا یہ تصور ہے کہ برہمن تو ایشور کے سر سے پیدا ہوا ہے اور شودر اس کے پاؤں سے پیدا ہوا ہے۔ انہوں نے ایک ایشور ہی میں یہ تقسیم کر دی۔ توحید یہ ہے کہ ایک ہی اللہ سب کا پیدا کرنے والا ہے اور سب انسان ایک ہی انسانی جوڑے کی اولاد ہیں :

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝﴾ (سورۃ الحجرات : ۱۳)

"لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے (جدا جدا) خاندان' قبیلے (اور قومیں) بنائیں تو باہم شناخت اور تعارف کے لئے (نہ کہ فخر و تکبّر کے لئے) بے شک تم میں سب سے زیادہ عزت دار تو اللہ کے نزدیک وہی ہے جو سب سے زیادہ خدا ترس اور پرہیز گار ہے۔ بے شک اللہ (سب کچھ) جاننے والا اور باخبر ہے۔"

الغرض اسلام کا انقلابی نظریہ ہے توحید ــــ اس کی دعوت پر مشتمل ہے قرآن مجید۔ لہٰذا دعوت' تبلیغ' تذکیر' انذار اور تربیت و تزکیہ' یہ سب کام ہوں گے بذریعہ قرآن ــــ ان تمام کاموں کے لئے "انذارِ آخرت" نہایت اہم ہے۔ لیکن یہ انذارِ آخرت دراصل انسان کی انفرادی اعلیٰ سیرت کی تعمیر کے لئے بنیادی پتھر ہے' جس پر ایک بندۂ مومن کا کردار اور سیرت پروان چڑھے گی۔ آخرت پر یقین' محاسبہ پر یقین' جزا و سزا پر یقین کے بغیر اس سیرت

کی تعمیر محال ہے جو اللہ تعالیٰ کو مطلوب ہے ــــــ اس تعمیر سیرت کے پروگرام کی تقویت کے لئے ذرائع کے طور پر نماز ہے' روزہ ہے' حج اور زکوٰۃ ہے' دوامِ ذکرِ الٰہی ہے۔ وغیرہ وغیرہ ــــــ یہ تمام چیزیں درحقیقت انسان کی انفرادی سیرت و کردار کی تعمیر کے لئے ہیں ــــــ البتہ انقلابی نظریہ عقیدۂ توحید کی یہ تین Corollaries یعنی تین لوازم اور نتائج ہیں۔ (۱) معاشرتی و سماجی سطح پر کامل مساوات۔ (۲) معاشی سطح پر ملکیتِ مطلقہ کے تصور کا خاتمہ اور اس کے بجائے امانت کا تصور اور (۳) سیاسی سطح پر' جو اہم ترین ہے' حاکمیتِ مطلقہ نہ کسی ایک فرد کی ہے' نہ کسی مخصوص خاندان کی ہے' نہ قوم کی ہے' نہ عوام کی ہے اور نہ پوری نوعِ انسانی کی ہے' بلکہ یہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ہے ؎

سروری زیبا فقط اُس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتانِ آزری

پس اسلامی انقلاب کے لئے اصل میں ان چیزوں کو emphasize کرنا ہو گا۔ ان کی اہمیت کو واضح' نمایاں اور اجاگر کرنا ہو گا۔ اگر ان کو نظرانداز کر کے زور ہو جائے محض نماز اور روزے وغیرہ پر تو درحقیقت انقلابی عمل کا آغاز نہیں ہو گا۔ کچھ مذہبی اور اخلاقی اصلاح کا کام ہو جائے گا' کچھ لوگ اچھے مسلمان بن جائیں گے' اور ایسے دوسرے کچھ اچھے کام ہو جائیں گے' اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن انقلابی عمل کا آغاز ہی نہیں ہو سکے گا۔

(جاری ہے)

امیر تنظیم اسلامی **محترم ڈاکٹر اسرار احمد** صاحب مدظلہ' اس سال

ماہ رمضان المبارک میں دورۂ ترجمہ قرآن

کی سعادت' ان شاء اللہ

مسجد جامع القرآن' قرآن اکیڈمی کراچی

میں حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں

المعلن : انجمن خدام القرآن سندھ' کراچی

مولانا منظور احمد نعمانیؒ

قربِ الٰہی کے دو راستے

قربِ الٰہی کے دو مراتب کے عنوان سے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا وہ جامع خطاب جو کتابی صورت میں بھی دستیاب ہے' قارئین کی نظر سے گزرا ہو گا۔ اسی موضوع پر مولانا منظور نعمانیؒ کا زیرِ نظر مضمون ہمارے نزدیک غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے کہ انہوں نے نہایت عالمانہ انداز میں "تقرب بالفرائض" یعنی نفلی عبادات میں انہماک کی بجائے فرائض پر کاربند رہتے ہوئے غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد میں اشتغال و انہماک کی فضیلت کو جس طرح نقلی اور عقلی دلائل سے واضح کیا ہے' وہ انہی کا حصہ ہے۔ مولاناؒ کی یہ تحریر جہاں ان کے علم و فضل کا ایک روشن ثبوت ہے وہاں ہمارے ان قدامت پسندوں کو بھی لمحہ فکریہ فراہم کرتی ہے جنکی تمام تر سرگرمیاں خانقاہوں یا مدارس تک محدود ہیں اور وہ غلبہ و اقامت دین کی جدوجہد سے یکسر لاتعلق ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے' آمین۔ (ادارہ)

اہلِ ایمان کے لئے تقرب الی اللہ اور دینی و روحانی ترقی کے دو طریقے اور دو راستے ہیں جو ہمیشہ سے کھلے ہوئے ہیں اور بندگانِ خدا ہر زمانہ میں کم و بیش ان ہی پر چل کر منزلِ مقصود تک پہنچتے رہے ہیں۔

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آدمی اپنی ہی اصلاح و ترقی اور اپنے ہی نفس کے تزکیہ و تحلیہ میں زیادہ سے زیادہ ساعی رہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی اور معصیات و مکروہات سے اپنے نفس کی حفاظت کا بیش از بیش اہتمام کرتے ہوئے جس قدر بھی ممکن ہو نفلی عبادات و قربات روزہ و نماز اور ذکر و فکر وغیرہ میں زیادہ سے زیادہ مشغول رہے۔ بعض ائمہ محققین کی اصطلاح کے مطابق اس طریقہ کو "قرب بالنوافل" کہا جا سکتا ہے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فرائض و واجبات کی ادائیگی اور معصیات و مکروہات سے پرہیزگاری کا اہتمام کرتے ہوئے اور اوقات میں گنجائش کے مطابق نفلی عبادات و قربات اور ذکر و فکر میں بھی خاص اشتغال رکھتے ہوئے اپنا زیادہ وقت اخلاص نیت کے ساتھ (یعنی محض رضاءِ الٰہی اور اجر اخروی کو مطمح نظر بنا کر) دوسرے بندگانِ خدا کی اصلاح و ہدایت' تعلیم و تربیت اور تبلیغ و نصیحت جیسے کاموں میں اور اعلاء کلمۃ الحق و احیاء شریعت کی کوششوں میں

صرف کیا جائے۔

اس طریقہ کو "قرب بالفرائض" سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور اگرچہ اسلام کے قرونِ اولیٰ میں سالکینِ راہ رضا اور طالبین قربِ مولیٰ کیلئے یہی عام شاہراہ تھی۔ لیکن بعد کے زمانوں میں کچھ خاص اسباب کی وجہ سے اس راہ پر چلنے والوں کی کثرت نہیں رہی بلکہ معاملہ معکوس ہو گیا۔ یعنی اہل سلوک کے مختلف حلقوں میں زیادہ تر پہلے ہی طریقہ کو اختیار کیا گیا اور اس سے بھی بڑا اور افسوسناک ذہنی تغیر یہ ہوا کہ بہت سے خانقاہی دائروں میں سلوک الی اللہ اور تقرب خداوندی کو صرف اسی پہلے طریقہ (قرب بالنوافل) ہی میں منحصر بھی سمجھا جانے لگا۔ اور ان لوگوں کے خیال میں روحانی و دینی کمال صرف قرب بالنوافل ہی کا نام رہ گیا۔

مختلف زمانوں میں مصلحین و مجددین نے اس غلط خیالی کو محسوس کر کے اس کی اصلاح کی کوششیں بھی کیں لیکن پھر بھی بہت سے خاص و عام حلقوں میں یہ غلط فہمی اب تک چلی آ رہی ہے......[1] جس کا افسوسناک اور نہایت مضرت رساں نتیجہ یہ ہے کہ امت کی عمومی تعلیم و تربیت، اصلاح و دعوت اور اقامت دین و احیاء شریعت کا وہ اہم بنیادی کام جو دینی نظام کے لئے گویا ریڑھ کی ہڈی ہے اور دین کی سرسبزی و شادابی جس پر موقوف ہے اور بلاشبہ جس کا اجر اور درجہ بھی اللہ کے نزدیک صرف نفلی عبادات و قربات اور ذکر و فکر میں مشغول رہنے سے بہت زیادہ ہے۔ آج ان عام و خاص حلقوں میں وہ ایک عمومی قسم کا اور معمولی درجہ کا کام سمجھا جاتا ہے اور دینی و روحانی ترقی کے طالب اور قرب خداوندی کے جویا اپنے اس سفر میں اور اس مقصد کے لئے اس راہ سے چلنے اور اپنے اوقات اور اپنی ہمتوں کو اس رخ پر لگانے کا ارادہ بھی نہیں کرتے جس کی وجہ سے یہ میدان اصحاب ہمت و عزیمت سے خالی اور یہ بازار سرد پڑا ہوا ہے حالانکہ "شہسواروں" کی تگ و تاز کیلئے اصل جولانگاہ اور "شاہ بازوں" کی پرواز کے لئے اصل فضا یہی تھی۔

یہ کیوں ہے؟ اور یہ عام و خاص حلقے اس غلط فہمی اور غلط عملی میں کیوں مبتلا ہوئے اور کیوں اب تک مبتلا ہیں؟ اگرچہ یہ سوال اور اس کا جواب آج کے ہمارے موضوع سے خارج ہے تاہم اصل

{1} گزشتہ صدیوں میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اور ان کے بعد ان ہی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے امیر المومنین سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء نے اس غلطی کی اصلاح کی طرف خاص اور مستقل توجہ فرمائی، جیسا کہ "مکتوبات امام ربانی" اور "صراط مستقیم" کے مطالعہ سے ظاہر ہے۔

مدعاہی کو سلجھانے کی خاطر اس بارہ میں اتنا عرض کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تک عوام الناس کی غلط فہمی کا تعلق ہے سو اس کی بڑی وجہ تو یہ ہے کہ پہلے طریقہ (قرب بالنوافل) میں چونکہ سالک عوام کی دنیا سے الگ تھلگ رہ کر ہمہ تن عبادت اور ذکر و فکر میں مشغول رہتا ہے اور مشاغل دنیوی میں پھنسے ہوئے عوام اس طرز زندگی کو بے حد مشکل اور انتہائی درجہ کا غیر معمولی کام سمجھتے ہیں اور اس طرح کی مشکل اور غیر معمولی باتوں ہی سے متاثر ہونا اور ان کی خاص اہمیت و وقعت سمجھنا چونکہ عام انسانوں کا مزاج ہے اس لئے یہ بے چارے اسی طریق کو قربِ الٰہی اور خدارسی کا خاص الخاص راستہ سمجھتے ہیں۔ علاوہ ازیں اس طریق پر چلنے والوں سے خوارق و کشوف وغیرہ کا ظہور بھی نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔ اس لئے بھی خیال عام اسی طریق کو خدارسی کا خاص راستہ اور اسی طرز زندگی کو سب سے بڑا دینی و روحانی کمال سمجھتا ہے۔

رہے اس خیال کے خواص یعنی خود اہلِ سلوک کے وہ حلقے جو اس غلطی میں مبتلا ہیں اور سلوک الی اللہ کو اسی طریق میں منحصر سمجھتے ہیں۔ سو اس کی بہت سی وجوہ ہیں۔ جن میں سے ایک عمومی اور اس جگہ قابل ذکر وجہ یہ بھی ہے کہ اس طریق (قرب بالنّوافل) میں یکسوئی کے ساتھ کثرتِ ذکر و فکر سے سالک کے باطن میں ایک گونہ لطافت و نورانیت اور مَلاءِ اعلیٰ سے ایک طرح کی خاص مناسبت و موانست پیدا ہو جانے کی وجہ سے وہ اپنے اندر کچھ آثار و انوار محسوس کرنے لگتا ہے اور بسا اوقات خاص "احوال و کیفیات" اور "مشاہدات و تجلیات" کا دروازہ اس پر کھل جاتا ہے۔ اور دوسرے طریقہ (قرب بالفرائض) میں چونکہ عوام کے ساتھ بھی اختلاط رہتا ہے اور احوال و کیفیات کا ورود اس میں اس طرح سے عموماً نہیں ہوتا۔ یا بہت کم ہوتا ہے۔ بہرحال پہلے ہی طریقہ کے ساتھ بہت سے اہلِ سلوک کی خصوصی دلچسپی کی ایک خاص وجہ یہ بھی ہے۔

حالانکہ یہ "احوال و کیفیات" اور "مشاہدات و تجلیات" اس فن کے اکابر و ائمہ کے نزدیک کوئی خاص مقصدی اہمیت نہیں رکھتے بلکہ ان کا درجہ صرف یہ ہے کہ ان کے ذریعہ مبتدیانِ راہِ سلوک کی ہمت افزائی کی جاتی ہے تاکہ شوق و طلب برابر ترقی پذیر رہے اور سعی وجہد کا قدم آگے بڑھتا رہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مشہور خلیفہ ملا یار محمد بدخشی کو ایک مکتوب میں انہی "مشاہدات و تجلیات" کے متعلق لکھتے ہیں:-

شیخ اجلّ امامِ ربّانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی فرمودہ اند تلک خیالات
تر.بّی .بہا اطفال الطریقہ
" شیخ اجل امامِ ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی نے فرمایا ہے کہ یہ خیالی چیزیں ہوتی ہیں جن کے ذریعہ مکتبِ طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے۔"
اور ایک دوسرے مکتوب میں جو ملا حاجی محمد لاہوری کے نام ہے ارقام فرماتے ہیں :
احوال و مواجید و علوم و معارف کہ صوفیہ را در اثنائے راہ دست میدہند نہ از مقاصد
اند بل اوہام و خیالات تر.بّی .بہا اطفال الطریقہ [1]
(مکتوب نمبر ۳۶)
"جو احوال و مواجید اور علوم و معارف صوفیہ پر اثناء سلوک میں وارد ہوتے ہیں وہ مقاصد میں سے نہیں ہیں بلکہ یہ اوہام و خیالات کے قبیل کی چیزیں ہیں جن کے ذریعہ مکتب طریقت کے بچوں کو تربیت دی جاتی ہے۔"

بہرحال یہ انوار و تجلیات اور یہ احوال و کیفیات جن کا ورود "قرب بالنوافل" کے راستہ سے چلنے والے بہت سے سالکوں پر ہوتا ہے اگرچہ وسیلۂ تربیت اور ذریعۂ ترقی ہونے کی حیثیت سے قابلِ شکر انعاماتِ الٰہیہ ہیں، تاہم نہ یہ خود مقصود و مطلوب ہیں اور نہ ایسی دولت ہیں جس کے لئے "قرب بالفرائض" کا راستہ چھوڑ کر "قرب بالنوافل" ہی کا طریقہ اختیار کیا جائے۔

حضرت امامِ ربانیؒ ایک مکتوب میں خاص اپنے متعلق ارقام فرماتے ہیں۔
" ایں فقیر از نقد وقت خودمی نو یسد کہ مدتہا از علوم و معارف واز احوال و مقامات در رنگ ابر نیساں ریختند و کارے کہ باید کرد بعنایت اللہ سبحانہ، کردند۔

ا۔ حضرت مجددؒ کی ان عبارات کا مطلب یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ یہ "احوال و کیفیات" اور "مشاہدات و تجلیات" شیطانی قسم کے وساوس و اوہام ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے (جیسا کہ خود حضرت مجدد ہی نے اسی مکتوب میں آگے چل کر وضاحت فرمائی ہے یہ بھی ایک درجہ میں انعامات الٰہیہ ہیں اور سالک کو ان سے بہت کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے۔ بشرطیکہ ان سے ہمت افزائی ہی کا کام لیا جائے۔ اور سالک انہی کو مقصود و منتہا سمجھ کر ان میں پھنس کر نہ رہ جائے۔

والحال آرزوئے نہ ماندہ است الا آں کہ احیائے سنت از سننِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات و التسلیمات نمودہ آید واحوال ومواجید اربابِ ذوق را مسلم باشد"

(مکتوب ۷۳ جلد ا)

"یہ فقیر خود اپنی حالت لکھتا ہے کہ مدتوں علوم ومعارف اور احوال ومقامات ابرِ نیساں کی طرح برسے اور ان کا جو نتیجہ نکلنا چاہئے تھا اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وہ پورا ہوا اور اب اس کے سوا کوئی ارمان اور آرزو نہیں رہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کسی سنت کا احیاء کیا جائے اور اس کو رواج دیا جائے اور احوال ومواجید اربابِ ذوق کو مبارک ہوں"

قرب بالفرائض کی ترجیح وفضیلت کے وجوہ............ "قرب بالفرائض" کے طریقہ اور اس سلسلہ کے مشاغل (مثلاً خدا فراموش انسانوں میں تبلیغ ودعوت' جاہلوں ناواقفوں کی تعلیم وتربیت اور اقامتِ دین واحیاءِ شریعت کے لئے جدّوجہد وغیرہ) کو "قرب بالنوافل" کے طریقہ کے مقابلہ میں ترجیح وفضیلت کی یہ وجہ تو بالکل ظاہر ہے کہ یہ انبیاء علیہم السلام کے خاص مشاغل ووظائف ہیں۔ اور حضرات انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) خاص انہی کاموں کے لئے مبعوث ہوتے ہیں۔ پس اپنی قوتوں اور اپنی ہمتوں کو انہی کے طریقے پر اخلاص واحتساب کے ساتھ ان کاموں میں لگانا' اور اسی جدّوجہد کو اپنا خاص وظیفۂ حیات بنالینا ان مقدّس وبرگزیدہ ہستیوں کی خاص نیابت بلکہ ایک طرح سے ان کی رفاقت اور ان کے مقصد' ان کی فکر اور ان کے درد میں شرکت ہے اور ایک غیر نبی کے لئے اس سے بڑی کوئی سعادت نہیں ہو سکتی۔

علاوہ ازیں اس طریقہ کا فیض متعدّی ہے کہ اس راہ کا چلنے والا اپنی اصلاح وتکمیل کے ساتھ ساتھ اور سینکڑوں ہزاروں بندگانِ خدا کی اصلاح وہدایت کا بھی ذریعہ بنتا ہے اور اس واسطے صحیح حدیث......

من دلّ علی خیر فلہ مثل اجر فاعلہ۔ (مسلم)

"جو شخص کسی آدمی کو کسی نیکی کی طرف راہ نمائی کرے تو اس شخص کو اس نیکی کے کرنے والے ہی کے برابر الگ ثواب ملے گا"

کے مطابق سینکڑوں ہزاروں انسانوں کے بے حساب وبے شمار اعمالِ خیر کے بھی اجر کا

مستحق ہوتا ہے۔

نیز یہاں یہ بھی نکتہ خاص طور سے ملحوظ رکھنے کے قابل ہے کہ "قرب بالنوافل" کے طریق میں زیادہ سے زیادہ محنت و مجاہدہ کرنے والے اپنے گنے چنے فرائض کے علاوہ صرف اپنی نفلی عبادات و قربات ہی کا سرمایہ جمع کر سکتے ہیں۔ لیکن "قرب بالفرائض" کی راہ پر چلنے والے چونکہ سینکڑوں انسانوں کو ان کے بنیادی فرائض کی تبلیغ و تلقین کرتے اور تعلیم دیتے ہیں اس لئے ان کے حساب میں اپنے ذاتی فرائض و نوافل کے علاوہ ان سینکڑوں آدمیوں کے فرائض (اور نوافل) کا بھی اجر لکھا جاتا ہے۔ اور یہ معلوم و مسلّم حقیقت ہے کہ فرائض کا اجر نوافل سے بدرجہا زیادہ ہے اور نفسِ ایمان و اسلام کا درجہ تو یقیناً فرائض و نوافل سب سے زیادہ ہے۔ پس اللہ کا جو بندہ "قرب بالفرائض" کی راہ اختیار کر کے خدا اور رسولؐ سے بیگانہ اور حقیقتِ ایمان و اسلام سے نا آشنا قسم کے جاہلوں اور غافلوں میں تبلیغ کر کے اور ان کو تعلیم و تربیت دے کے دین سے آشنا کرتا ہے۔ اس میں کیا شبہ ہے کہ اس کے نامۂ اعمال میں ان لوگوں کے نفس ایمان و اسلام کا اجر بھی لکھا جاتا ہے۔ بے شک اللہ کے سوا کوئی نہیں، جو اس اجر بے حساب کا حساب بھی لگا سکے۔

نیز "قرب بالنوافل" کے طریق میں صرف اپنی زندگی تک ترقی کا سلسلہ جاری رہتا ہے، جہاں موت نے روح کو جسم سے الگ کیا اور سلسلۂ عمل ختم ہوا۔ ترقی بھی ختم ہو جاتی ہے مگر "قرب بالفرائض" کی راہ میں جب تک اس کے دینی و علمی فیض کا سلسلہ جاری رہے (خواہ وہ واسطہ در واسطہ کی شکل میں قیامت تک ہی جاری رہے) برابر اعمال نامہ میں اندراج ہوتا رہتا ہے۔ اور اس کی وجہ سے درجات میں بھی ترقی ہوتی رہتی ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح وارد ہوئی ہے۔

اور قطع نظر ان تفصیلات سے، سب سے اہم بات وہی ہے جو پہلے عرض کی گئی ہے کہ "قرب بالفرائض" کا یہ راستہ انبیاء علیہم السلام اور ان کے خواص اصحاب و حواریین کا راستہ ہے۔ اور اس کے مشاغل (تعلیم و تعلّم، دعوت و تبلیغ، اصلاح و ارشاد، اور اقامتِ دین و احیاءِ شریعت کی کوشش وغیرہ) ان حضرات کے خاص مشاغل ہیں۔ پس اس طریق کو اختیار کرنے والے اور ان کاموں کو سنبھالنے والے بلاشبہ تمام حضرات انبیاء علیہم السلام کے اور خصوصاً حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دینی خلفاء ہیں۔ اگرچہ سیاسی نظام اور سیاسی طاقت والی خلافتِ ظاہرہ ان کے پاس نہیں ہے۔ لیکن اصل امانتِ نبوی کی حفاظت اور تبلیغ و

دعوت اور ماننے والوں کی تعلیم و تربیت اور اصلاح و ارشاد کا کام بھی بلاشبہ ایک طرح کی خلافتِ نبوّت ہی ہے بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ مقصدی اہمیت اس کو زیادہ حاصل ہے۔ اور بروجہ احسن اور وسیع پیمانہ پر انہی مقاصد کی تکمیل کے لئے "خلافت ظاہرہ" مقصود ہوتی ہے۔

نیز یہ بھی حقیقت ہے کہ یہی غیر سیاسی خلافت (حضرت شاہ ولی اللہ کی اصطلاح کے مطابق "خلافتِ باطنہ") اگر ایک مرکز اور نظام کے ساتھ ہو تو "خلافتِ ظاہرہ" تک بھی پہنچا دیتی ہے۔ "استخلاف فی الارض" اور "تمکینِ دینی" کا انعام انہی فرائض اور انہی خدمات کی انجام دہی پر مرتب ہوتا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور یہی اس کی سنّتِ ازلیہ ہے بلکہ یہ دعویٰ بھی کیا جا سکتا ہے کہ "خلافتِ نبوت" کے قیام کا صحیح راستہ صرف یہی ہے اور اس طریقہ اور اس ترتیب کو چھوڑ کر دوسرے طریقوں پر جدّوجہد کرنے سے اگرچہ "اپنی حکومت قائم کی جا سکتی ہے لیکن خلافتِ نبوت قائم نہیں ہو سکتی۔ والتفصیل لا یسعه المقام

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا ورنہ عرض کرنا یہی تھا کہ "قرب بالفرائض" کی شان بہت اعلیٰ و ارفع ہے اور اس کے مشاغل، تبلیغ و دعوت، تعلیم و تربیت، اصلاح و ارشاد اور اقامتِ دین و احیاءِ شریعت کے لئے جدّوجہد وغیرہ کا درجہ اور اجر نفلی عبادات و قربات اور ذکر و فکر ہی میں مشغول و منہمک رہنے سے یقیناً بہت زیادہ ہے۔ خصوصاً اس دور میں تو اس طریقہ اور ان مشاغل کی اہمیت اس لئے اور بھی زیادہ ہو گئی ہے کہ یہ زمانہ ہی عوامی تحریکات اور عمومی و جمہوری دعوتوں کا ہے اور مختلف مادی اور لادینی تحریکیں بے حد تیزی کے ساتھ بڑھتی ہوئی عوام کو اپنی طرف جذب کرتی جا رہی ہیں۔ ایسے وقت میں بھی اگر دین کی دعوت، دینی تعلیم و تربیت اور اصلاح و ارشاد کی جدوجہد وسیع پیمانے پر اور عوامی تحریک کے رنگ میں نہیں کی گئی اور اللہ کے وفادار اور اس کی رضا کے طلب گار بندے خدمتِ دین کے اس عمومی میدان میں نہ اترے تو دین کی امانت کا بس اللہ ہی حافظ ہے۔

امام ابو اسحاق اسفرائینی کا پرجوش اور ولولہ انگیز پیغام رہ رہ کر یاد آتا ہے۔ ان کے زمانے میں جب عام مسلمانوں کا دین و ایمان بعض خاص گمراہانہ فتنوں کی وجہ سے خطرہ میں پڑ گیا تو آپ اپنے عہد کے بعض ان اکابر و مشائخ کے پاس پہنچے جو دنیا و مافیہا سے یکسو ہو کر پہاڑوں کے

غاروں میں عبادت و مجاہدہ میں مصروف تھے اور کہا (اللہ اکبر کیسے درد سے کہا)......

ا کلة الحشیش انتم ھھنا و امّة محمد صلیّ اللّٰه علیه وسلّم فی الفتن۔

''جنگل کی سوکھی گھاس پر گزارہ کرنے والو! تم یہاں ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت گمراہیوں میں مبتلا ہو رہی ہے۔''

الغرض یہ کام یعنی مسلمانوں کے دین و ایمان کی حفاظت اور جاہلوں ناواقفوں کی دینی تعلیم و تربیت اور غافلوں' نا آشناؤں کو تبلیغ و دعوت کا کام اگرچہ ہر وقت اور ہر حال میں بہت بڑا اور بہت اہم کام ہے اور جیسا کہ تفصیل سے اوپر عرض کیا گیا۔ عنداللہ اس کا درجہ بہت اعلیٰ و ارفع ہے اور امتیوں کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی کمال اور ترقی کا کوئی مقام نہیں ہے۔ بقول حضرت مجددؒ۔

''ہیچ کمالے بر تبہ دعوت و تبلیغ نہ رسد۔

فان احب عباد اللّٰه الی اللّٰه من حبب اللّٰه الی عباده و حبب عباد اللّٰه الی اللّٰه و ھو الداعی و المبلغ ''

(مکتوبات امام ربانی مکتوب ۵۷' ج ۲)

''کوئی کمال دعوت و تبلیغ کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ کیونکہ اللہ کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اللہ کو اس کے بندوں کا محبوب بنادے اور بندوں کو اللہ کا محبوب بنادے۔ اور وہ داعی اور مبلّغ ہوتا ہے۔''

لیکن بالخصوص ایسے زمانے میں کہ چاروں طرف سے مادیت اور لادینیت کے بادل امنڈ رہے ہوں اور دین سے غفلت و جہالت اور خدا فراموشی کی گھٹائیں نہایت تیزی سے دنیا پر چھائے چلی جارہی ہیں۔ سو ایسے وقت میں تو ان کاموں کی قدر و قیمت اللہ کے یہاں بے حساب بڑھ جاتی ہے۔ حضرت مجددؒ ہی نے کیسی اچھی تمثیل میں فرمایا ہے۔

''مثلاً سپاہیان در وقت غلبہ دشمناں و استیلاء مخالفاں اگر اندک تردد می کنند آں قدر نمایاں میشود و اعتبار ے گردد کہ در وقت امن اضعاف آں در خیز اعتبار نمی آید۔''

(مکتوب نمبر ۴۴)

''مثلاً جو سپاہی دشمن کے غلبہ اور مخالفین کے چڑھ آنے کے نازک وقت میں تھوڑی سی بھی وفادارانہ جدوجہد کرتے ہیں وہ ایسا اعتماد اور امتیاز حاصل کر لیتے ہیں کہ عام امن و سکون کے

وقت کئی گنا جانفشانی بھی کریں تو وہ اعتماد و اعتبار پیدا نہیں ہوتا"

الحاصل ہر زمانہ میں خاص کر ہمارے اس دور میں دینی و روحانی ترقی اور قربِ الٰہی و رضائے خداوندی کا سب سے بڑا ذریعہ اور شاہراہ "قرب بالفرائض" ہی کا طریقہ ہے اور اس کے مشاغل مثلاً دعوت و تبلیغ، اصلاح و تعلیم اور اقامتِ دین و احیاءِ شریعت کے لئے جدوجہد کا درجہ اور اجر یکسوئی کے ساتھ نفلی عبادات اور ذکر و مراقبہ ہی میں منہمک و مشغول رہنے سے بہت زیادہ ہے۔ لیکن "قرب بالفرائض" کی ان مشاغل کی یہ امتیازی حیثیت اور "قرب بالنوافل" کے مقابلہ میں ان کی یہ عظمت اور فوقیت اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ ان کاموں میں اشتغال اخلاص و احتساب اور خشیت و انابت کی صفت کے ساتھ ہو، اگر یہ نہیں ہے تو پھر ساری دوڑ دھوپ اور جدّوجہد ایک بے روح عامیانہ تحریک یا ایک پیشہ اور حرفہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔ (اعاذنا اللہ من ذٰلک) اور ان اوصاف (اخلاص و احتساب) کے حاصل ہونے کا عام آزمودہ اور عادتی ذریعہ ان اوصاف والوں کی صحبت و رفاقت اور تنہائیوں کے اوقات میں ذکر و فکر کی کثرت ہے۔ ان دونوں چیزوں کے اہتمام کے بغیر اخلاص و احسان جیسی کیفیات کا پیدا ہونا اگرچہ عقلاً ناممکن نہیں لیکن عادتاً دشوار اور اہلِ تجربہ کی شہادت کے مطابق شاذ ضرور ہے۔

ضروری استدراک..... اوپر کی سطروں سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ رہے کہ "قرب بالنوافل" کے طریقہ کو ہم غلط یا غیر شرعی یا غیر فرضی سمجھتے ہیں، ہرگز نہیں! حاشا، ہزار بار حاشا۔ ہماری گزارش کا مدّعا تو صرف یہ ہے کہ "قرب بالفرائض" کا راستہ قابلِ ترجیح اور افضل ہے اور خصوصاً ہمارے اس زمانہ کے حالات اور دینی ضروریات کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ کے بندے اس طریق کو اختیار کریں اور اپنی ہمتوں کو اسی رخ پر لگائیں۔

نیز ہمیں اس سے بھی انکار نہیں کہ فی زمانناماحول کے عمومی فساد کی وجہ سے اکثر طبیعتوں کی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ کچھ مدّت یکسوئی کے ساتھ ذکر و فکر کے بغیر ان پر اخلاص و احسان کا رنگ بھی نہیں چڑھتا سو ایسے حضرات کے لئے کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ تیاری کے طور پر کچھ دنوں اسی طریق پر چلیں لیکن مطمح نظر دین کی خدمت و نصرت ہی کے مشاغل کو بنائیں۔ اللہ کی بخشی ہوئی قوتوں اور صلاحیتوں کا اس سے بہتر مصرف اور کوئی نہیں۔

آخر میں یہ عرض کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عوامی دعوت و تبلیغ اور عوامی تعلیم و تربیت کا یہ کام جس کی طرف اس مضمون میں میں نے خصوصیت کے ساتھ دعوت دی ہے۔

اس سے ہماری مراد خاص متعارف وعظ گوئی نہیں ہے جس کے لئے علمِ دین کی ایک خاصی مقدار ضروری ہے۔ بلکہ حقیقتِ دین سے نا آشنا طبقوں میں دین کا صحیح شعور پیدا کرنا اور کم از کم دین کی بنیادی باتوں کی ان کو تعلیم و تلقین کرنا اور اس درجہ کی عملی اصلاح کی کوشش کرنا اس سلسلہ کا ابتدائی کام ہے جس میں ہر مسلمان اپنی صلاحیت کے مطابق کچھ نہ کچھ حصہ لے سکتا ہے۔ اور اسی کے ساتھ خود بھی تعلیم و تربیت حاصل کر سکتا ہے۔

اب ہم اس مضمون کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پر ختم کرتے ہیں۔

عن الحسن مرسلا سئل رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم عن رجلین کانا فی بنی اسرائیل احدھما کان عالما یصلّی المکتوبۃ ثم یجلس فیعلّم الناس الخیر والآخر یصوم النھار و یقوم اللّیل ایّھما افضل؟

قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فضل ھذا العالم الذی یصلّی المکتوبۃ ثم یجلس فیعلّم الناس الخیر علی العابد الذی یصوم النھار و یقوم اللّیل کفضلی علیٰ ادنا کم

رواہ الدارمی (مشکوۃ)

"حضرت حسن بصریؒ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے بنی اسرائیل کے دو شخصوں کی بابت سوال کیا جن میں سے ایک دین کا جاننے والا تھا اس کا طریقہ یہ تھا کہ فرض نماز پڑھتا اور پھر بیٹھ کر لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا اور سکھاتا اور دوسرا ہمیشہ دن کو روزے رکھتا اور رات بھر نوافل پڑھتا (حضورؐ سے دریافت کیا گیا کہ ان دونوں میں سے کون افضل ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص جو فرائض ادا کرتا اور پھر بیٹھ کر لوگوں کو اچھی باتیں بتاتا اور سکھاتا تھا۔ اس قائم اللّیل صائم النّھار عابد کے مقابلہ میں ایسی فضیلت رکھتا ہے جیسی کہ تم میں سے کسی ادنیٰ آدمی پر مجھے فضیلت حاصل ہے۔"

ملحوظ رہے کہ حضورؐ کے جواب میں جو تمثیل ہے یہ مقدارِ فضیلت میں نہیں ہے بلکہ فضیلت کی نوعیت میں تمثیل و تشبیہ ہے۔

امّتِ مسلمہ کی عمر (۷)

اور
مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان

امین محمد جمال الدین
شعبۂ دعوت و ثقافت، دعوت اسلامی کالج، جامعہ الازہر

کی معرکۃ الآراء کتاب "عمر امۃ الاسلام وقرب ظہور المہدی" کا

پانچواں باب

قیامت کی بڑی نشانیاں

مترجم : پروفیسر خورشید عالم، قرآن کالج لاہور

پہلی فصل : وہ نشانیاں جو مومنوں کو نظر آئیں گی۔
دوسری فصل : وہ نشانیاں جو مومنوں کو نظر نہیں آئیں گی۔
تیسری فصل : کائنات کا حقیقی ہولناک انقلاب۔

ہم اس باب میں قیامت کی دس بڑی علامتوں کے متعلق اختصار سے گفتگو کریں گے اور ساتھ ساتھ ان پہلی چھ نشانیوں کو قدرے تفصیل سے بیان کریں گے جو عنقریب مومنوں کو نظر آجائیں گی۔

غرض صرف یہ ہے کہ علامات کے ظہور کی ترتیب اور حقیقت کا لوگوں کو پتہ چل جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ ان علامات کے مقابلے میں ان کا طرزِ عمل کیا ہونا چاہئے۔

سب سے پہلے ہم اس حدیث نبوی ﷺ کو بیان کریں گے جن میں ان دس نشانیوں کا تذکرہ ہے۔ امام مسلم نے صحیح میں حذیفہؓ بن اسید الغفاری کی سند سے روایت کیا ہے کہ ہم باہم گفتگو کر رہے تھے کہ نبی پاک ﷺ ہمارے پاس آئے اور پوچھا : کیا گفتگو ہو رہی ہے؟ انہوں نے کہا : ہم قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک ہرگز نہ آئے گی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو۔ پھر آپؐ نے ذکر کیا دھوئیں کا' دجّال کا' جانور کا' مغرب سے طلوع آفتاب کا' عیسٰیؑ بن مریمؑ کے نزول کا' یاجوج ماجوج کے خروج کا' مشرق' مغرب اور جزیرۃ العرب کے تین خسوف (یعنی زمین کے دھنس جانے) کا اور آخر میں اس آگ کا جو یمن سے نکل کر لوگوں کو ہانک کر محشر کے میدان میں لے جائے گی۔[1]

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ یہ علامات زمانے کے اعتبار سے غیر مرتب ہیں۔ مسلم نے اسی حدیث کو ایک اور سند سے دوسری ترتیب سے روایت کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان علامات کا زمنی ترتیب سے ذکر نہیں ہوا۔ اسی بنا پر ہم نے زمانے کی ترتیب دے کر انہیں دو قسموں میں منقسم کیا ہے۔

۱۔ وہ علامات جو مومنوں کو نظر آئیں گی۔
۲۔ وہ علامات جو مومنوں کو نظر نہیں آئیں گی۔

اس باب کے آخر میں ہم نے اس ہولناک کائناتی انقلاب اور اس دنیا کی تباہی کا اختصار سے ذکر کیا ہے جو قیامت کی بڑی نشانیوں کے ظہور کے بعد آئے گی' کیونکہ ان کی پہچان اور ان پر ایمان ہمارے عقیدے کا لازمی جزو ہے۔

<u>پہلی فصل</u>

وہ علامتیں جو مومنوں کو نظر آئیں گی

مومن مذکورہ بالا دس نشانیوں میں سے صرف چھ کو دیکھ سکیں گے' باقی چار صرف کافروں کو نظر آئیں گی۔

مومن دجّال' عیسٰیؑ بن مریمؑ' یاجوج ماجوج' مغرب سے طلوع آفتاب' جانور اور دھوئیں کو دیکھ سکیں گے اور یہی ان کی زمنی ترتیب ہے۔

پہلی علامت : ظہورِ دجّال

گزشتہ باب میں ہم نے خاص طور پر اس پر بحث کی ہے کیونکہ ظاہر ہونے والی علامتوں میں یہ سب سے بڑی علامت ہے جسے مومن دیکھ پائیں گے۔ اس لئے اس کی وضاحت اور تفصیل ضروری تھی تاکہ لوگوں کو اس بارے میں کسی قسم کا کوئی شبہ نہ رہ جائے۔ اس لئے بھی کہ یہ فتنہ ایک عظیم فتنہ ہوگا اور دجّال کی آمد کے وقت کے بارے میں بہت سے لوگوں کو شبہ ہے۔ ہم نے وہاں ثابت کردیا ہے کہ یہ ظاہر ہونے والی سب سے پہلی علامت ہوگی۔ ہمارے لئے اب یہ معاملہ ڈھکا چھپا نہیں رہا۔ اس بات پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

دوسری علامت : عیسٰی بن مریمؑ کا نزول

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسٰیؑ نہ قتل ہوئے' نہ پھانسی چڑھے' بلکہ اللہ نے ان کو آسمان پر اٹھالیا اور وہ آخری زمانہ میں لوٹ کر آئیں گے' دجال کو قتل کریں گے اور اسلام کو غالب کرکے لوگوں کو اس کی دعوت دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : "اور ان کے اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسٰی بن مریم کو جو اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں قتل کردیا' حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کو شبہ ہوگیا۔ اور جو لوگ ان کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں وہ غلط خیال میں ہیں' ان کے پاس اس بات کی کوئی دلیل نہیں سوائے اس کے کہ وہ تخمینی باتوں پر عمل کرتے ہیں' اور یقینی بات یہ ہے کہ انہوں نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست اور حکمت والے ہیں۔ اور اہل کتاب میں سے ہر شخص اپنے مرنے سے پہلے ضرور ان کی تصدیق کرلیتا ہے' اور قیامت کے روز وہ ان پر گواہی دیں گے"۔ (النساء : ۱۵۹۔۱۵۷)

عیسٰی علیہ السلام کب نازل ہوں گے؟ کہاں نازل ہوں گے؟ ہمیں ان کی پہچان کیسے

ہو گی؟ نزول کے بعد وہ کیا کریں گے؟

۱۔ حضرت عیسیٰؑ کب نازل ہوں گے؟ عیسیٰ ابن مریمؑ کا نزول مہدی کے ظہور اور دجال کے خروج کے بعد ہو گا۔ دجال خارج ہو کر زمین میں چالیس روز قیام کرے گا۔ "ایک دن ایک سال کے برابر' دوسرا دن ایک ماہ کے برابر' تیسرا دن ایک جمعہ کے برابر اور باقی دن تمہارے عام دنوں کی مانند ہوں گے"۔ {۲}

دجّال کے قیام کی مدت ختم ہونے کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہو گا۔ نماز پڑھنے کے بعد وہ سب سے پہلے دجال کو قتل کریں گے اور قتل کرتے وقت کہیں گے "تجھے ضرب لگانا میرے مقدر میں ہے"۔

۲۔ عیسیٰ علیہ السلام کہاں نازل ہوں گے؟ سیریا (شام) کے شہر دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس اس جگہ اتریں گے جہاں مہدی اور ان کے مسلمان ساتھیوں کا ٹھکانہ ہو گا۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں : "عیسیٰ علیہ السلام دمشق کے مشرق میں سفید مینار کے پاس نازل ہوں گے۔" {۳}

۳۔ ہم ان کو کیسے پہچانیں گے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے ان کا حلیہ اور ان کے نزول کی کیفیت نیچے لکھی ہوئی حدیث میں بیان فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "میرے اور عیسیٰ کے درمیان کوئی نبی نہیں' وہ اترنے والے ہیں' جب تم انہیں دیکھو تو انہیں پہچان لینا۔ وہ میانہ قد کے آدمی ہوں گے۔ رنگ سرخی اور سفیدی مائل ہو گا گیرو سے رنگے ہوئے دو کپڑے پہنے ہوئے نازل ہوں گے۔ پانی نہ پڑنے کے باوجود ان کے سر سے قطرے ٹپک رہے ہوں گے۔" {۴}

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں "..... جبکہ وہ (دجال) یہ کام کر رہا ہو گا کہ اللہ مسیح عیسیٰ بن مریمؑ کو مبعوث فرمائے گا' وہ دمشق کے مشرق میں سفید مینار سے گیرو سے رنگے ہوئے دو زرد کپڑے پہنے ہوئے نازل ہوں گے۔ انہوں نے اپنی ہتھیلیاں دو فرشتوں کے پروں پر رکھی ہوں گی' جب سر نیچا کریں گے تو قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو اس سے موتیوں کی مانند دانے گریں گے۔" {۵}

عیسیٰ علیہ السلام تینتیس برس (اسی عمر میں ان کو آسمان پر اٹھایا گیا تھا) کے جوان ہوں گے۔ قد میانہ، رنگ سرخی سفیدی مائل، بال سیدھے (نرم اور کھلے ہوئے) ایک زلف (لٹ) دو کاندھوں کے درمیان حرکت کر رہی ہو گی، یوں معلوم ہو گا کہ وہ ابھی ابھی حمام سے نکل کر آرہے ہیں، جب سر نیچا کریں گے تو پانی کے قطرے ٹپکیں گے اور جب سر اٹھائیں گے تو موتیوں کی مانند دانے نیچے گریں گے۔ انہوں نے گیرو (یا زرد رنگ) میں رنگے ہوئے دو کپڑے (چادر اور تہہ بند) پہنے ہوں گے، ہتھیلیاں دو فرشتوں کے پروں پر رکھی ہوں گی۔

۴۔ نازل ہونے کے بعد کیا کریں گے؟ سب سے پہلے نماز پڑھیں گے، جب وہ اتریں گے تو صبح کی نماز کی اقامت ہو چکی ہو گی اور مہدی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ چکے ہوں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی وہ پیچھے ہٹ کر کہیں گے "آیئے اے روح اللہ! نماز پڑھایئے"۔ حضرت عیسیٰؑ انکار کریں گے اور فرمائیں گے "نہیں تم میں سے ایک دوسرے پر امیر ہے"۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں "میری امت کا ایک گروہ حق کی خاطر قیامت تک لڑتا رہے گا اور غالب ہو گا۔ پھر عیسیٰؑ نازل ہوں گے۔ مسلمانوں کا امیر ان سے کہے گا آیئے ہمیں نماز پڑھایئے۔ وہ کہیں گے کہ نہیں، امیر تم میں سے ہو گا۔ یہ وہ اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو بخشا ہے۔"[6]

امام احمد کی ایک روایت میں ہے "..... وہ اچانک عیسیٰ بن مریمؑ کو دیکھ لیں گے، پھر نماز کے لئے اقامت کہی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: آگے بڑھیئے اے اللہ کی روح! آپ فرمائیں گے: تمہارا امام آگے بڑھ کر تمہیں نماز پڑھائے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: تمہاری کیا کیفیت ہو گی جب ابن مریمؑ نازل ہوں گے اور امام تم میں سے ہو گا۔[7] یعنی اس نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے مل کر تم کس قدر شاداں و فرحاں ہو گے۔

یہاں دو سوال پیدا ہوتے ہیں :

پہلا سوال یہ ہے کہ سب نبیوں میں سے صرف عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول میں کونسی حکمت پوشیدہ ہے۔ جواب وہ ہے جو ابن حجرؒ نے فتح الباری میں دیا ہے۔ ان کا

کہنا ہے کہ سب نبیوں کو چھوڑ کر عیسیٰؑ کے نزول میں یہ حکمت ہے کہ اس سے یہودیوں کی تردید مقصود ہے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ انہوں نے انہیں قتل کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے جھوٹ کا پردہ چاک کیا ہے اور بتایا ہے کہ وہ عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں سے قتل ہوں گے۔ {۸}

میری رائے میں ان کے نزول سے نصاریٰ کے اس عقیدے کی تردید ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ الٰہ (معبود) ہیں۔ ان کے نزول سے اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے عقیدے کی تکذیب کی ہے اور ان کی بشریت کا اعلان کیا ہے' بلکہ صلیب کو توڑ کر' خنزیر کو قتل کر کے اور جزیہ کو ختم کرنے سے ان کے مسلمان ہونے کا اعلان بھی کیا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نماز کی امامت کیوں نہیں کرائیں گے؟

ابن جوزی نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ اگر عیسیٰؑ آگے بڑھ کر امامت کرا دیں تو دل میں شبہ پیدا ہو کہ آیا وہ نائب کی حیثیت سے آگے بڑھے ہیں یا وہ نئی شریعت لائے ہیں؟ مقتدی کے طور پر نماز پڑھیں گے تاکہ نبی ﷺ کا قول کہ "میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا" {۹} شک و شبہ سے غبار آلود نہ ہو جائے۔ یہ بڑی ہی خوبصورت اور پختہ توجیہ ہے۔ پھر نماز کے ختم ہونے کے فوراً بعد وہ ملعون دجال کے قتل اور باقی ماندہ یہودیوں کے خاتمے کا کام اپنے ذمے لیں گے۔

اس کے بعد وہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے۔ صلیب کو توڑیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ معاف کریں گے۔ اسلام اور تلوار میں سے صرف ایک کو قبول کریں گے (یعنی لوگ اسلام قبول کریں یا جنگ کے لئے تیار ہو جائیں۔) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے' جلد ہی تمہارے درمیان ابن مریمؑ ایک عادل منصف کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ پھر وہ صلیب توڑیں گے' خنزیر کو قتل کریں گے' جزیہ معاف کریں گے۔ مال کی اتنی فراوانی ہوگی کہ کوئی اسے قبول کرنے والا نہ ہوگا۔ اسلام کا اس قدر دور دورہ ہوگا کہ ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر شمار ہوگا"۔ {۱۰}

پھر جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے گی۔ لوگ اتنے ناز و نعمت سے زندگی گزاریں گے

جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ بغض اور کینہ جاتا رہے گا۔ زہریلے جانوروں کا زہر کھینچ لیا جائے گا حتیٰ کہ بچہ سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالے گا اور سانپ اسے نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ بچے شیروں اور درندوں کے ساتھ کھیلیں گے اور وہ انہیں کوئی ضرر نہیں پہنچائیں گے۔ بھیڑیا کتّوں کی طرح بھیڑوں کی حفاظت کرے گا۔ زمین سے برکتوں کا خروج ہوگا اور آسمان اپنی خیرات نازل کرے گا۔ عیسیٰؑ بن مریمؑ شادی کریں گے، پھر عیسیٰؑ کعبہ کا حج کریں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، ابن مریمؑ حج یا عمرہ کی غرض سے تلبیہ کے ساتھ اپنی آواز بلند کریں گے، یا ان دونوں کو دوبار سرانجام دیں گے۔"{11}

پھر عیسیٰؑ زمین میں ساٹھ برس تک ٹھہریں گے اور ایک صحیح روایت کے مطابق چالیس برس قیام کریں گے۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ کیا ہوگا۔ جب اللہ ان کے زمانہ میں یاجوج اور ماجوج کو ہلاک کردے گا تو وہ وفات پا جائیں گے۔

تیسری علامت : یاجوج ماجوج

مومنوں کو دکھائی دینے والی تیسری علامت یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا۔

یاجوج ماجوج کون ہیں؟ اِس وقت وہ کہاں ہیں؟ ان کا خروج کب ہوگا؟ ان کا فتنہ کیسا ہوگا؟

۱۔ وہ کون ہیں؟ جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے یاجوج ماجوج آدم کی اولاد سے دو ترک جماعتیں ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: "اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: اے آدم! وہ کہیں گے کہ میں تیری خدمت میں حاضر ہوں۔ ساری بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے۔ اللہ فرمائے گا: آگ والی جماعت کو نکالو۔ وہ کہیں گے کہ آگ والی جماعت میں کتنے لوگ ہیں؟ اللہ فرمائے گا: ہر ہزار میں سے نو سو ننانوے۔ (نبی ﷺ نے فرمایا) یہی وہ وقت ہے جب بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا۔ یوں معلوم ہوگا جیسے لوگ نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے مگر اللہ کا عذاب سخت ہوگا۔ (صحابہ کرامؓ نے) دریافت کیا: اے اللہ کے رسولؐ! ہم میں سے کون ہوگا

جو باقی بچنے والا ہو گا؟ آپؐ نے فرمایا: خوشیاں مناؤ، وہ ایک تم میں سے ہو گا اور ایک ہزار یاجوج ماجوج میں سے ہوں گے"۔ {۱۲}

وہ یافث بن نوح کی اولاد میں سے ہیں۔ حضرت نوحؑ کے تین بیٹے تھے: حام جو حبشیوں کے جدِّ امجد ہیں۔ سام جو عربوں، فارسیوں اور رومیوں کے جدّ امجد ہیں اور یافث جو ترکوں کے جدّ امجد ہیں۔ پس یاجوج ماجوج ترکوں یعنی چینیوں، روسیوں، جاپانیوں اور منگولیوں اور ان کی نسل کے دوسرے لوگوں کے چچا کے بیٹے ہیں۔

<u>ان کے اوصاف</u> : ان کے اوصاف وہی ہیں جو ترک مغلوں کے ہیں۔ چوڑے چہرے، چھوٹی آنکھیں، کالے سفیدی یا خاکستری مائل بال، ان کے چہرے ایسے ہیں جیسے کوٹی ہوئی گول ڈھالیں۔ ان اوصاف کا بیان اس حدیث میں ہے جسے احمد نے مسند میں ابو حرملہ سے اور انہوں نے اپنی خالہ سے روایت کیا ہے اور اس کی سند نبی ﷺ تک پہنچتی ہے۔ حافظ ابن کثیر نے کہا ہے "جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں بعض کا قد کھجور کی مانند دراز ہوتا ہے اور بعض کوتاہ قامت ہوتے ہیں اور ان میں سے بعض لوگ اپنے ایک کان کو ڈھانپ کر رکھتے ہیں اور دوسرے کان سے کام لیتے ہیں وہ بہ تکلف ایسی باتیں کرتے ہیں جن کا ان کو نہ تو علم ہے اور نہ ان کے پاس اس کا کوئی ثبوت ہے"۔ {۱۳}

<u>۲۔ وہ اب کہاں ہیں؟</u> اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "یہاں تک کہ وہ جب دو پہاڑوں کے درمیان میں پہنچا تو ان پہاڑوں کے اس طرف ایک قوم کو دیکھا جو لگتا نہیں تھا کہ کوئی بات سمجھتے ہوں۔ انہوں نے کہا: اے ذوالقرنین یہ یاجوج ماجوج اس سرزمین میں بڑا فساد مچاتے ہیں۔ کیا ہم لوگ آپ کے لئے کچھ محصول مقرر کر دیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک آڑ بنا دیں۔ ذوالقرنین نے جواب دیا کہ "جس مال میں میرے رب نے مجھے اختیار دیا وہ بہت کچھ ہے، پس میری مدد کرو محنت سے تاکہ میں تمہارے اور ان کے درمیان خوب مضبوط دیوار بنا دوں"۔ (الکھف : ۹۳۔۹۵)

پس یاجوج ماجوج اس دیوار کے پیچھے بند ہیں جو ذوالقرنین نے ان کو روکنے کے لئے پرانے زمانے میں بنائی تھی، کیونکہ وہ فساد مچاتے تھے اور شرارتیں کرتے تھے۔ وہ دیوار

بڑی پکی' مضبوط' موٹی اور اونچی ہے۔ اسے لوہے کے ٹکڑوں اور پگھلے ہوئے تانبے سے بنایا گیا ہے۔ یاجوج ماجوج اس کی موٹائی کی وجہ سے نہ تو اس میں سوراخ کر سکتے ہیں اور نہ اس کی بلندی اور چکناہٹ کی وجہ سے اس پر چڑھ سکتے ہیں۔ یہ دیوار دو بڑے پہاڑوں کے درمیان بنائی گئی ہے۔

یہ پہاڑ کہاں ہے؟ حبرِ اُمّت اور ترجمانِ قرآن حضرت ابن عباس ؓ کا کہنا ہے کہ ترکی کے آخری سرے پر آرمینیا اور آذربائیجان کے قریب ہے۔[۱۴] یعنی کوہ قاف کے پاس ترکی اور روس کی حدود پر واقع ہے۔[۱۵] خدا لگتی بات یہ ہے کہ کوئی آدمی نہ ان تک پہنچ سکتا ہے اور نہ ان کو نکال سکتا ہے' بالکل اسی طرح جس طرح کوئی آدمی اِس وقت پس زندان محبوس دجال تک نہ پہنچ سکتا ہے اور نہ اس کو چھڑا سکتا ہے کیونکہ ان سب کا خروج ایک امر مقدر ہے جس کا وقت لوح محفوظ میں مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ "پھر جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اس کو ڈھا کر زمین کے برابر کر دے گا اور میرے رب کا ہر وعدہ برحق ہے"۔ (کہف : ۹۸)

۳۔ ان کا خروج کب ہو گا؟ ان کا خروج اس وقت ہو گا جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال ملعون کو قتل کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو خروج کی اجازت دے گا اور اس مضبوط دیوار کو ڈھا دے گا۔ جب سے یاجوج ماجوج بند ہیں وہ خروج کی کاوشوں سے مایوس نہیں ہوئے۔ وہ ہر روز اس بڑی دیوار میں سوراخ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حتیٰ کہ جب ان کو سورج کی تھوڑی سی شعاع نظر آ جائے گی تو ان کا سردار ان سے کہے گا: واپس لوٹ جاؤ کل ہم اسے کھول دیں گے۔ جب وہ لوٹ کر آئیں گے تو دیکھیں گے کہ وہ دیوار پہلے کی مانند ہو گئی ہے۔ جب اللہ کا مقرر وقت آ جائے گا تو ان کے امیر کو القا ہو گا اور وہ ان سے کہے گا لوٹ جاؤ ان شاء اللہ کل ہم اسے کھول دیں گے۔ وہ دوسرے دن لوٹ کر آئیں گے تو دیکھیں گے کہ دیوار کی حالت وہی ہے جس میں وہ اسے چھوڑ کر گئے تھے۔ وہ اسے کھول کر لوگوں کے خلاف خروج کریں گے ـــــ ایک دن نیند سے گھبرا کر بیدار ہونے کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا : "اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ عرب اس فتنہ کی وجہ سے تباہ ہو جائیں گے جو قریب ہے۔ آج کے دن یاجوج اور

ماجوج کی دیوار کو اس طرح کھول دیا گیا ہے اور آپ ؐ نے اپنے انگوٹھے اور ساتھ والی انگلی کے ساتھ حلقہ بنا کر دکھایا۔ زینب ؓ بنت جحش کہتی ہیں کہ میں نے پوچھا : اے اللہ کے رسول ؐ! اس بات کے باوصف کہ ہم میں نیکو کار موجود ہوں گے کیا ہم پھر بھی ہلاک ہو جائیں گے؟ آپ ؐ نے فرمایا : "ہاں جب برائی عام ہو جائے گی"۔ {۱۶}

۴۔ ان کے فتنے کا طول و عرض کیا ہے؟

نیچے دی ہوئی حدیث اس فتنے کے طول و عرض کو واضح کرتی ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا : "یاجوج ماجوج کو کھول دیا جائے گا اور وہ لوگوں کے خلاف خروج کریں گے جیسا کہ اللہ عزّوجلّ کا فرمان ہے "اور وہ ہر بلندی سے نکلتے معلوم ہوں گے"۔ وہ لوگوں پر چھا جائیں گے۔ مسلمان ان سے بھاگ کر اپنے شہروں اور قلعوں کی راہ لیں گے اور اپنے ساتھ اپنے مویشیوں کو بھی لے جائیں گے۔ وہ زمین کا پانی پی ڈالیں گے۔ یہاں تک کہ ان میں سے کچھ کا گزر ایک دریا کے پاس ہو گا' وہ اس کا سارا پانی پی کر اسے خشک کر دیں گے۔ ان کے بعد جو آدمی بھی اس دریا کے پاس سے گزرے گا کہے گا کسی زمانہ میں یہاں بھی پانی ہوتا تھا۔ جب روئے زمین پر سوائے شہروں اور قلعوں میں کوئی انسان باقی نہ رہے گا تو ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا: زمین والوں سے تو ہم فارغ ہو چکے' اب آسمان والے باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں سے ایک اپنے نیزے کو حرکت دے کر آسمان کی طرف پھینکے گا تو آزمائش کے طور پر خون آلود نیزہ اس کی طرف واپس آئے گا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ ایک کیڑا بھیجے گا جو ان کی گردنوں پر حملہ کرے گا۔ یہ کیڑا اس کیڑے کی طرح ہو گا جو ٹڈی کی گردن پر حملہ کرتا ہے۔ چنانچہ وہ سب مر جائیں گے اور ان کی کوئی آہٹ سنائی نہ دے گی۔ اُس وقت مسلمان کہیں گے : دیکھئے! کیا کوئی ایسا آدمی ہے جو اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر دیکھ آئے کہ اس دشمن نے کیا کیا ہے؟ ان میں سے ایک آدمی ثواب کی غرض سے اپنے آپ کو وقف کرے گا۔ وہ اپنے جی میں یہ بات بٹھا لے گا کہ اسے قتل ہو جانا ہے۔ وہ اتر کر آئے گا اور انہیں مردہ پائے گا وہ ایک دوسرے پر گرے ہوئے ہوں گے۔ وہ آواز دے گا: اے مسلمانوں کے گروہ! تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں تمہارے دشمن سے بچا لیا ہے۔ پھر وہ اپنے شہروں اور قلعوں سے باہر

نکل آئیں گے۔ وہ اپنے مویشیوں کو کھلا چھوڑ دیں گے' جن کے لئے یاجوج ماجوج کے گوشت کے علاوہ کوئی چراگاہ نہ بچی ہو گی۔ وہ اس کا بھی اسی احسن طریقے سے شکریہ ادا کریں گے جس طرح کبھی نباتات کے ملنے پر شکریہ ادا کیا کرتے تھے"۔ {۱۷}

ان کی تعداد چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح گنی نہیں جا سکے گی۔ یہاں تک کہ مسلمان یاجوج ماجوج کی کمانوں' تیروں اور ڈھالوں کو سات برس تک بطور ایندھن استعمال کرتے رہیں گے۔ {۱۸}

ان کا فتنہ عام ہو گا اور ان کی برائی ہر طرف پھیلی ہو گی۔ ان کو روکنا کسی کے بس میں نہ ہو گا۔ جب ان کا خروج ہو گا تو اللہ عزوجل عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کرے گا کہ میں نے ایسے بندوں کو نکالا ہے جن کے ساتھ لڑنا کسی کے بس میں نہیں۔ بس میرے بندوں کو طور پر جمع کرو۔ اللہ کے نبی عیسیٰؑ اور ان کے ساتھی محصور ہو جائیں گے۔ وہ اس قدر تنگ ہوں گے کہ وہ ایک بیل کے سر کو تمہارے آج کل کے ایک ہزار دینار سے بہتر سمجھیں گے۔ اللہ کے نبی عیسیٰؑ اور ان کے ساتھی نیچے اترنا چاہیں گے۔ وہ اتنے تنگ ہوں گے کہ زمین میں بالشت بھر جگہ نہ پائیں گے' کیونکہ پوری زمین ان کے سڑے ہوئے گوشت کی بو سے بھری ہو گی۔ اللہ کے نبی عیسیٰؑ اور ان کے ساتھی اللہ کے طرف رجوع کریں گے تو اللہ اپنے پرندے بھیجے گا جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی طرح ہوں گی۔ وہ پرندے ان مردوں کو اٹھا کر وہاں پھینک دیں گے جہاں اللہ کی مرضی ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ بارش بھیجے گا جو دیہات اور شہر کے ہر گھر پر برسے گی۔ یہ بارش زمین کو دھو کر ایسا کر دے گی گویا اس پر جھاڑو دیا گیا ہے۔ {۱۹}

یاجوج ماجوج کے فتنہ سے حفاظت کا کام عیسیٰ بن مریمؑ کے سپرد ہو گا۔ وہ مسلمانوں کو اس کے بارے میں ہدایات دیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کو وحی کرے گا کہ میرے بندوں کو طور پر جمع کرو۔ اس سے مراد طور سیناء ہے جو سرزمین مصر میں ہے۔

چوتھی علامت : مغرب سے طلوع آفتاب

جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں وقتی ترتیب کے لحاظ سے یہ چوتھی علامت ہے۔ اس

سے پہلے زمین کی تین بڑی علامتیں رونما ہوں گی۔ عالم ساوی میں تغیر کی یہ پہلی بڑی علامت ہو گی۔ [۲۰] یہ علامت بھی مومنوں کو دکھائی دے گی۔ اس بڑی علامت کا قصہ کچھ یوں ہے۔

۱۔ جب سے اللہ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے سورج ہر روز مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں غروب ہوتا ہے۔ اس بات کی اجازت وہ اپنے رب عزّوجلّ سے لیتا ہے، چنانچہ وہ اسے اپنا عمل دہرانے کی اجازت دے دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وقت مقررہ آ جائے گا تو وہ معمول کے مطابق اپنے رب سے طلوع ہونے کی اجازت طلب کرے گا مگر اسے اجازت نہیں ملے گی۔ پھر اجازت مانگے گا پھر نہیں ملے گی۔ پھر اجازت مانگے گا پھر نہیں ملے گی۔ تین دن سورج طلوع نہیں ہو گا۔ پھر اسے کہا جائے گا جہاں سے آئے ہو وہاں لوٹ جاؤ۔ لوگ یہ دیکھ کر خوفزدہ ہو جائیں گے کہ سورج مغرب سے طلوع ہو رہا ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: "کیا تم جانتے ہو یہ سورج کہاں جاتا ہے۔ یہ چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاتا ہے۔ پھر سجدہ میں گر جاتا ہے اور اسی حالت میں رہتا ہے حتیٰ کہ اسے کہا جاتا ہے اوپر اٹھو! جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ۔ بس وہ لوٹ کر اپنے مطلع سے طلوع ہوتا ہے۔ پھر چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ عرش کے نیچے اپنے ٹھکانہ پر پہنچ کر سجدہ ریز ہو جاتا ہے اور اسی حالت میں رہتا ہے، حتیٰ کہ اسے کہا جاتا ہے جہاں سے آئے ہو وہاں لوٹ جاؤ۔ بس وہ پھر اپنے مطلع سے طلوع ہو جاتا ہے۔ پھر وہ چلتا رہتا ہے۔ لوگوں کو اس کی کوئی حرکت ناپسندیدہ نہیں لگتی، یہاں تک کہ وہ عرش کے نیچے اپنے پہلے والے ٹھکانہ پر پہنچ جاتا ہے۔ پھر اسے کہا جائے گا اٹھو مغرب سے طلوع ہو جاؤ تو وہ مغرب سے طلوع ہو گا۔ کیا جانتے ہو یہ سب کب ہو گا؟ جب کسی ایسے شخص کو ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہ ہو گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے ایمان سے کوئی نیکی نہ کمائی ہو۔" [۲۱]

۲۔ اس کی تفصیل اس روایت میں ہے جسے حافظ ابوبکر بن مردویہ نے اپنی تفسیر میں عبداللہؓ بن ابی اوفیٰؓ کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا کہ "لوگوں پر ایک رات ایسی آئے گی جو ان کی عام تین

راتوں کے برابر ہوگی، نفل عبادت کرنے والے اس کو پہچان لیں گے۔ ان میں سے کوئی کھڑے ہو کر اپنے حصے کی نماز یا قرآن پڑھے گا پھر سو جائے گا، پھر کھڑے ہو کر اپنے حصے کی نماز یا قرآن پڑھے گا پھر سو جائے گا۔ اس دوران لوگ ایک دوسرے پر چیخیں گے۔ وہ پوچھیں گے کیا ہوا؟ اور گھبرا کر مسجدوں کی طرف جائیں گے۔ اچانک وہ دیکھیں گے کہ سورج مغرب سے نکلا ہوا ہے۔ جب وہ آسمان کے درمیان پہنچے گا تو لوٹ جائے گا۔

حافظ بیہقی نے "البعث والنشور" میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت نقل کی ہے جس میں یہ الفاظ ہیں : "..... اس رات آدمی اپنے پڑوسی کو آواز دے گا اے فلاں! آج رات کیا بات ہے کہ میں جی بھر کر سویا اور اتنی نماز پڑھی کہ میں تھک گیا؟ پھر سورج سے کہا جائے گا وہاں سے نکلو جہاں تم غروب ہوتے ہو۔ اور اس دن ایسے شخص کو ایمان کا کوئی فائدہ نہ ہو گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو یا جس نے اپنے ایمان سے کوئی نیکی نہ کمائی ہو"۔ [۲۲]

۳۔ سورج کا یہ الٹا طلوع صرف ایک دن ہو گا اور اس کے ساتھ ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ پھر سورج اپنے معمول کی طرف لوٹ جائے گا اور قیامت تک مشرق سے نکلتا رہے گا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک سورج مغرب سے طلوع نہ ہو جائے اور جب وہ مغرب سے طلوع ہو گا تو لوگ اسے دیکھ کر سب کے سب ایمان لے آئیں گے مگر اس وقت کسی ایسے شخص کو ایمان کوئی فائدہ نہ دے گا جو پہلے سے ایمان نہ لایا ہو۔" [۲۳]

ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے "..... ابی بن کعبؓ سے پوچھا گیا: اس کے بعد سورج اور لوگ کس حالت میں ہوں گے؟ انہوں نے فرمایا : روشنی سورج کو ڈھانپ لے گی اور وہ ایسے ہی طلوع ہوا کرے گا جیسا کہ پہلے ہوا کرتا تھا اور لوگ دنیا کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ اگر آدمی کی گھوڑی بچھیرے کو جنم دے تو اسے اس پر سوار ہونے کی مہلت نہیں ملے گی یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔ [۲۴]

پانچویں علامت : جانور کا خروج

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور جب (قیامت کا) وعدہ ان پر پورا ہو جائے گا تو ہم ان کے لئے زمین سے ایک جانور نکالیں گے جو ان سے باتیں کرے گا کیونکہ (کافر) لوگ ہماری باتوں پر یقین نہ لاتے تھے۔ (النمل : ۸۲)

یہ علامت بھی مومنوں کو نظر آئے گی۔ مغرب سے طلوع آفتاب والی علامت اور یہ علامت جڑواں علامتیں ہیں۔ یا تو یہ مغرب سے طلوع آفتاب سے پہلے رونما ہوگی یا وہ اس سے پہلے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے : "سب سے پہلے ظاہر ہونے والی علامتوں میں سے دو علامتیں ہیں۔ مغرب سے طلوع آفتاب اور دن کی روشنی میں جانور کا لوگوں پر ظاہر ہونا۔ ان دونوں میں سے جو علامت پہلے ظاہر ہوگی دوسری اس کے فوراً بعد رونما ہو جائے گی"۔ [۲۵]

ہو سکتا ہے کہ ان کے ملاپ کی وجہ یہ ہو کہ ایک علامت ظاہر ہو کر توبہ کا دروازہ بند کردے گی تو دوسری اس کے بند ہونے پر مہر تصدیق ثبت کردے گی۔ چنانچہ سورج صبح دم مغرب سے طلوع ہو کر درِ توبہ بند کردے گا اور اس کے طلوع کے وقت لوگوں کی جو حالت ہوگی وہی قائم رہے گی۔ پھر اس روز دن چڑھے جانور ظاہر ہو کر درِ توبہ کے بند ہونے کی تصدیق کردے گا۔ مومنوں پر ایمان کا اور کافروں پر کفر کا نشان لگ جائے گا۔

حافظ ابن حجر کہتے ہیں "غالباً جانور کا خروج اسی روز ہوگا جس روز سورج مغرب سے نکلے گا...." آگے چل کر لکھتے ہیں کہ ابو عبداللہ حاکم کا قول ہے "یوں دکھائی دیتا ہے کہ جانور کے خروج سے پہلے، اسی روز یا ساتھ والے کسی روز سورج کا (مغرب سے) طلوع ہوگا"۔ ابن حجر فرماتے ہیں "میرا خیال ہے کہ اس میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ مغرب سے طلوع آفتاب کے وقت درِ توبہ بند ہو جائے گا۔ پھر جانور نکل کر درِ توبہ کے بند ہونے کا جو مقصد ہے اس کی تکمیل کے طور پر مومن کو کافر سے الگ کردے گا"۔ [۲۶]

اس جانور کے اوصاف اور سیرت کے متعلق ہمارا کہنا یہ ہے :

یہ بھاری بھرکم جانور ہوگا جس کے پر، روئیں اور ٹانگیں ہوں گی۔ وہ ضخیم شکل و

صورت کا ہو گا۔ ہمارے پاس صحیح آثار نہیں ہیں جن پر ہم اس کی تعریف کے سلسلہ میں اعتماد کر سکیں اگرچہ کئی ایک روایات ہیں جن میں بڑی باریکی سے اس کے اوصاف بیان کئے گئے ہیں جو اس کے عظیم الخلقت ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ وہ صفا پہاڑ کے شگاف سے نکلے گا۔ اگر گھوڑا تین دن تک دوڑتا رہے تو اسے جتنا عرصہ درکار ہوتا ہے اتنے عرصہ میں اس جانور کا صرف ایک تہائی حصہ نکلے گا۔ اس جیسے اور بھی بہت سے ہولناک اوصاف ہیں۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ صحیح ہیں یا نہیں۔

ان اوصاف کی ہمارے نزدیک کوئی اہمیت نہیں، کیونکہ ہم کھڑے ہو کر اس کو دیکھنے اور پہچاننے سے رہے۔ اللہ تعالیٰ تو اس جانور کو ایک خاص مقصد کے لئے نکالے گا۔ "تُكَلِّمُهُمْ" سے مراد ہے وہ لوگوں سے باتیں کرے گا اور کہے گا کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا یقین نہیں کرتے تھے۔

کلم الناس سے مراد یہ ہے کہ وہ لوگوں کے چہروں پر نشان لگائے گا جس سے مومن کا چہرہ روشن اور کافر کا چہرہ تاریک ہو جائے گا۔

جبکہ لوگ حرمت کے لحاظ سے اللہ کی سب سے بڑی مسجد مسجدِ حرام (کعبہ شریف) میں ہوں گے تو وہ رکن (حجر اسود) اور مقام ابراہیم کے درمیان غصے سے چیخ کر لوگوں کو خوفزدہ کر دے گا۔ اپنے سر سے مٹی جھاڑ کر مشرق کی طرف منہ کر کے چیخے گا تو اس کی چنگھاڑ مشرق کے آرپار ہو جائے گی، پھر وہ مغرب کی طرف منہ کر کے چیخے گا تو اس کی چنگھاڑ مغرب کے آرپار ہو جائے گی۔ لوگ ڈر کر ایک ساتھ اور الگ الگ منتشر ہو جائیں گے۔ صرف مومنوں کی ایک جماعت اپنی جگہ پر کھڑی رہے گی، ان کو پتہ چل جائے گا کہ وہ اللہ کا جانور ہے اور اب وہ ڈر کر اللہ سے بھاگ نہیں سکتے۔ وہ انہی سے آغاز کرے گا اور ان کے چہروں کو جلا بخش کر ایسا کر دے گا جیسا کہ چمکتا ہوا موتی۔ پھر وہ روئے زمین پر بھاگ جائے گا۔ نہ کوئی چاہنے والا اسے پکڑ سکے گا اور نہ کوئی بھاگنے والا اس سے بچ سکے گا۔ یہاں تک کہ آدمی اس سے بھاگ کر نماز کی پناہ لے گا۔ وہ پیچھے سے آ کر کہے گا اے فلاں تو اب نماز پڑھ رہا ہے۔ پھر وہ اس کے سامنے آ کر اس کے چہرے کو داغ کر چلا جائے گا۔ ابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: "زمین کا جانور

نکلے گا تو اس کے پاس موسیٰ کا عصا اور سلیمانؑ کی انگوٹھی ہو گی۔ وہ عصا سے کافر کی ناک میں نکیل ڈالے گا اور مومن کے چہرے کو انگوٹھی سے جلا بخشے گا یہاں تک کہ ایک دستر خوان پر کھانا کھانے والے اکٹھے ہو کر کہیں گے کہ یہ مومن ہے اور یہ کافر"۔[۲۷]

یہ ہے اللہ کا جانور، بڑی علامتوں میں سے پانچویں علامت۔ عبداللہ بن عمروؓ بن عاص کا قول ہے یہ جانور ہی وہ جاسوس (جَسَّاسَة) ہے جس کا تذکرہ تمیم الداری کی حدیث میں ہوا ہے۔[۲۸] خدا بہتر جانتا ہے۔

چھٹی علامت : دھواں

اللہ تعالیٰ کا قول ہے "سو آپ اس روز کا انتظار کیجئے جب آسمان میں ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو، جو ان سب لوگوں پر عام ہو جائے۔ یہ ایک دردناک سزا ہے"۔ (الدخان : ۱۰،۱۱)

یہ آخری علامت ہے جو مسلمانوں کو نظر آئے گی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "بے شک تمہارے رب نے تین چیزوں سے ڈرایا ہے۔ پہلی چیز دھواں ہے جو مومن کو اتنی تکلیف دے گا جتنی زکام دیتا ہے اور کافر کا مواخذہ کرے گا تو وہ پھول جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کے کانوں سے دھواں نکلنے لگے گا۔ دوسری چیز جانور ہے اور تیسری دجال"۔[۲۹]

ابن ابی حاتم کا قول ہے کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ "دھوئیں والی نشانی ابھی آئی نہیں۔ مومن کو تو زکام کی شکل میں آئے گی اور کافر اتنا پھول جائے گا کہ اس کے جسم کے سوراخوں سے دھواں نکلنے لگے گا۔[۳۰]

ابن جریر نے عبداللہ بن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے "ایک دن میں ابن عباسؓ کے پاس گیا، وہ فرمانے لگے آج رات مجھے صبح تک نیند نہیں آئی۔ میں نے پوچھا: کیوں؟ انہوں نے کہا کیونکہ لوگوں نے بتایا کہ دمدار ستارہ نکل آیا ہے، مجھے ڈر ہوا کہ کہیں رات کو دھواں ہی نہ آ لے۔ چنانچہ صبح تک مجھے نیند نہ آئی۔[۳۱]

چنانچہ دھواں مومنوں کو دکھائی دینے والی چھٹی علامت ہے۔ ان کو تو کوئی نقصان

نہیں پہنچے گا، یہ تو کافروں کے لئے اس بات کی تنبیہ ہوگی کہ عذاب اور انتقام کے نزول کا آغاز ہو چکا ہے۔ دھواں چالیس روز تک چھایا رہے گا۔

چنانچہ اس نشانی کے ظہور کے بعد یمن کی جانب سے ایک نرم ہوا چلے گی اور سب مومنوں کی روحیں قبض کرلے گی۔ اس کی گرفت سے صرف کافر بچیں گے تاکہ ان پر عذاب ڈالا جاسکے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "بے شک قیامت سے پہلے یمن کی طرف سے ہوا آئے گی جس میں ہر مومن کی روح قبض کرلی جائے گی اور وہ مرجائے گا"۔ [۳۲] اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ یمن کی جانب سے ریشم سے بھی نرم ہوا بھیجے گا۔ جس کے دل میں دانے (رائی) کے برابر بھی ایمان ہوا یہ ہوا اس کی روح قبض کئے بغیر نہ چھوڑے گی"۔ [۳۳]

(جاری ہے)

حواشی

{۱} مسلم نے کتاب الفتن و اشراط الساعۃ میں اور احمد نے مسند میں روایت کیا ہے۔

{۲} اس حساب سے دجال کے زمین پر قیام کی مدت تقریباً ایک سال، دو ماہ اور دس دن بنتی ہے۔

{۳} صحیح حدیث ہے۔ اسے طبرانی نے اوس ؓ بن اوس سے روایت کیا ہے۔

{۴} صحیح حدیث ہے۔ ابوداؤد نے ابوہریرہ ؓ سے روایت کی ہے۔ ناصر الدین الالبانی کی "الصحیحہ" میں حدیث نمبر ۲۱۸۲ ہے۔

{۵} حدیث کا کچھ حصہ مسلم نے کتاب الفتن میں نواس بن سمعان ؓ سے روایت کیا ہے۔

{۶} مسلم نے کتاب الفتن میں اور احمد نے جابر بن عبداللہ ؓ سے روایت کیا ہے۔

{۷} بخاری، مسلم اور احمد نے ابوہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے۔

{۸} فتح الباری۔ کتاب احادیث الانبیاء، ص ۴۹۳۔

{۹} مصدر سابق، ص ۴۹۴

{۱۰} بخاری، مسلم، احمد، نسائی اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے۔

{۱۱} احمد اور مسلم نے ابوہریرہ ؓ سے روایت کیا ہے اور وہ البانی کی الصحیحہ میں نمبر ۲۴۵۷

کے تحت موجود ہے۔

{۱۲} بخاری نے ابوسعید خدریؓ کی روایت سے کتاب الانبیاء میں یاجوج ماجوج کے قصہ کے ضمن میں روایت کیا ہے۔

{۱۳} الفتن والملاحم، یاجوج ماجوج کا تذکرہ، ص ۱۳

{۱۴} ابن عباسؓ کے اس قول کو اکثر مفسرین نے نقل کیا ہے، دیکھئے تفسیر طبری، قرطبی، بیضاوی اور آلوسی کی روح المعانی۔

{۱۵} کوہ قاف کے بلند و بالا پہاڑوں کی بلندی ایک ہزار سے تین ہزار میٹر کے درمیان ہے۔

{۱۶} بخاری اور مسلم نے زینبؓ بنت جحش کی روایت سے بیان کیا ہے۔

{۱۷} صحیح حدیث ہے۔ احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے ابوسعیدؓ سے روایت کیا ہے۔

{۱۸} صحیح ہے۔ ابن ماجہ نے نواسؓ سے روایت کی ہے۔ الصحیحہ میں نمبر ۱۹۴۰ پر ہے۔

{۱۹} احمد، مسلم اور ترمذی نے نواسؓ بن سمعان سے روایت کیا ہے۔

{۲۰} چوتھے باب کی پہلی فصل (الدجال) میں ہم نے اس موضوع کی تحقیق کی ہے۔

{۲۱} مسلم نے ابوذرؓ سے روایت کی ہے۔

{۲۲} دیکھئے فتح الباری، ج ۱۱۔ کتاب الرقاق، مغرب سے طلوع آفتاب اور دیکھئے الفتن والملاحم، مغرب سے طلوع آفتاب کا تذکرہ۔

{۲۳} بخاری اور مسلم نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ احمد، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔

{۲۴} دیکھئے فتح الباری، کتاب الرقاق، ج ۱۱ (مغرب سے طلوع آفتاب)

{۲۵} احمد، مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمروؓ سے روایت کیا ہے۔

{۲۶} فتح الباری، کتاب الرقاق، مغرب سے طلوع آفتاب، ص ۳۵۴

{۲۷} ابوداؤد طیالسی، احمد، ابن ماجہ سب نے حماد بن سلمہ اور انہوں نے ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

{۲۸} دیکھئے صحیح مسلم کی شرح نووی

(باقی حواشی اگلی قسط کے ہمراہ ملاحظہ فرمایئے)

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سلطنت فارس

بسلسلہ علامہ اقبال اور مسلمانانِ عجم (٦)

ڈاکٹر ابو معاذ

آنحضورؐ کا خط خسرو پرویز کے نام

آنحضور ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد جب فراغت اور امن کا زمانہ دیکھا تو آپؐ نے دعوتِ اسلام کو جزیرہ نمائے عرب کی حدود سے پرے پھیلانے کا عزم فرمایا۔ آپؐ نے اُس وقت کے اہم حکمرانوں کو خطوط کے ذریعے اسلام کا پیغام دیا۔ آپؐ نے فرمانروائے فارس خسرو پرویز، قیصر روم ہرقل، شاہ حبشہ حضرت نجاشیؒ اور قبطِ اعظم مصر مقوقس کو خطوط تحریر فرمائے۔ ہر خط میں اسلام قبول کر کے امن و سلامتی کی راہ اپنانے کی تلقین فرمائی گئی تھی، مگر ہر حکمران کو اس کے دینی، سیاسی اور سماجی پس منظر میں مختلف انداز سے خطاب کیا گیا تھا۔ خسرو پرویز کے نام یہ خط لے کر مدینہ منورہ سے حضرت عبد اللہ بن حزافہؓ روانہ ہوئے۔

یہ وہی ایام تھے جب مصر، بحیرۂ روم کے جزائر، ایشیائے کوچک، شام و فلسطین بشمول بیت المقدس رومیوں کے ہاتھ لگنے کے بعد شکست خوردگی کے عالم میں خسرو پرویز ایک زخمی پرندے کی طرح تلملا رہا تھا۔ اس کا کنٹرول عمائدین سلطنت پر بھی ڈھیلا پڑ رہا تھا اور اس کے اہل خاندان بھی اس سے نالاں اور بدظن نظر آرہے تھے۔ وہ اب حجاز و یمن اور جزیرہ نمائے عرب پر اپنا نظم و نسق مستحکم کر کے اپنا دفاعی نظام مضبوط بنانے کا سوچ رہا تھا، مگر اس کے دل میں یہ کھٹکا ضرور تھا کہ کہیں اس کی سلطنت کے دور افتادہ خطّوں میں بغاوت کی لہر نہ ابھرنے لگ جائے۔ ان تمام واقعات نے اسے جلد باز، سفّاک، مضطرب اور زود رنج بنا دیا تھا، وہ ہر لمحے پیچ و تاب کھاتا رہتا، اور عظمتِ دیرینہ کی بحالی کی سوچ میں مگن

رہتا۔

اسی دوران دربار میں اعلان ہوا کہ مدینہ سے ایک سفیر آیا ہے۔ مدینہ منورہ کو تو ابھی تک اس نے اپنی بادشاہت کی حدود میں سمجھ رکھا تھا اور سفیر تو غیر ممالک سے آیا کرتے تھے، اپنے ملک سے تو فریادی آسکتے تھے، سفیر نہیں۔ بادشاہ کو تعجب سا ہوا۔ پھر خط کو داخل دفتر کیا گیا، اس کا پہلوی (قدیم فارسی) زبان میں ترجمہ کیا گیا اور سفیر کی موجودگی میں دربارِ فارس کے ایک کارندے نے اس خط کا ترجمہ پڑھ کر بادشاہ کو سنایا۔ خط کچھ یوں تھا:

"بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم، مِن محمّدٍ رسولِ اللّٰہ الی کسرٰی عظیم فارس، سلامٌ علٰی مَنِ اتّبع الھدٰی وآمَن باللّٰہ ورسولہٖ وشَہِدَ اَن لا الٰہ الا اللّٰہ واَنّی رسولُ اللّٰہ الی النّاسِ کافۃً لینذر من کان حیًّا، اَسْلِمْ تَسْلَمْ، فاِن اَبیتَ فعَلیکَ اِثمُ المَجُوس"

"اللہ کے نام سے جو نہایت رحم کرنے والا مہربان ہے۔ (یہ خط) اللہ کے پیغمبر محمدؐ (کی جانب) سے فارس کے فرمانروا خسرو (پرویز) کی جانب (لکھا گیا) ہے۔ امن و سلامتی ہو اس کے لئے جس نے ہدایت کی راہ اپناتے ہوئے اللہ اور اس کے پیغمبر پہ ایمان لانے کی سعادت پائی (مزید برآں) جس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی بھی پرستش کے لائق نہیں اور یہ کہ میں تمام لوگوں کی جانب خدا کے پیغمبر کی حیثیت سے مبعوث کیا گیا ہوں۔ یہ اس لئے ہے کہ ہر ذی روح انسان کو (مشیتِ الٰہی سے باخبر کرتے ہوئے) خوف دلاؤں۔ (تیرے لئے بہتر ہے) کہ اسلام قبول کر لے، تو سلامتی پا جائے گا۔ اس کے بعد اگر تم نے (اس دعوت کو قبول کرنے سے) انکار کیا تو تمام زردشتوں (آتش پرستوں) کے گناہوں کی ذمہ داری تمہی پر آن پڑے گی۔"

یہ سنتے ہی دربارِ مدائن پر سناٹا چھا گیا اور غصے کے باعث شاہ کا پارہ چڑھنا شروع ہو گیا۔ اس نے اس خط کی یہ توجیہہ کی کہ سرزمین حجاز میں اس کی بادشاہت کے خلاف اعلان بغاوت کر دیا گیا ہے۔ چند برس قبل اس نے خدائے برتر کے نام لیوا عیسائیوں کے ہاتھوں شکست فاش کا سامنا کیا تھا۔ اب وہ اس نئے سچے اور ابدی پیغام کو سنتے ہی آگ بگولا

ہو گیا اور وفورِ جذبات سے کانپنا شروع ہو گیا۔ پھر اس نے جھپٹ کر مترجم سے خط کی تحریر چھین کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اصل تحریر بہرحال محفوظ رہی اور ابھی تک اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ پھر سفیر سے کہا کہ اگر سفارتی آداب مانع نہ ہوتے تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا۔

یہ چیز انتہائی اہم ہے کہ آپؐ نے قیصر روم کے خط میں اسے اہل کتاب ہونے کے ناطے سے ایک خدا کی پرستش کے عقیدہ پر اشتراک کا حوالہ دیتے ہوئے نسبتاً نرم انداز سے مخاطب کیا تھا اور قیصر روم نے بھی ایمان نہ لانے کے باوجود اس خط کا بے حد احترام کیا تھا اور ممکن ہے کہ یہی وجہ ہو کہ کسی نہ کسی صورت میں قیصر روم کی سلطنت اگلے چھ سات سو برس تک قائم رہ گئی۔

خسرو پرویز نے کہا کہ میرے غلام کی یہ مجال کہ مجھے اس طرح مخاطب کرے کہ اپنا نام پہلے تحریر کرے اور میرا نام بعد میں۔ حضرت عبداللہ بن حزافہؓ جب مدینہ لوٹے تو آنحضور ﷺ کی خدمت میں تمام واقعات بیان فرمائے۔ آپؐ نے پورے تجسّس سے دربار فارس کی کیفیت اور اہل فارس کے واقعات پوری توجّہ اور انہماک سے سنے' پھر آپؐ نے فرمایا کہ اس کی بادشاہت بھی اسی طرح پرزے پرزے ہو کر بکھر جائے گی جس طرح اس نے میرے خط کے ساتھ کیا ہے۔ چند ہی برس کے بعد یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی۔ مشہور شاعر نظامی گنجویؒ نے کیا خوب فرمایا ؎

نسب نامۂ دولتِ کیقباد
ورق بر ورق ہر سُو برد باد

(کیقباد کی بادشاہت کے حکمران خاندان کا شجرۂ نسب بکھر گیا اور اس کے ورق جدا جدا ہو کر ہوا میں اڑ گئے)

خسرو پرویز نے سفیر کے جانے کے بعد اپنے یمن میں تعینات گورنر کے نام شاہی فرمان تحریر کیا کہ فلاں فلاں شخص کو گرفتار کیا جائے اور پابجولاں دربار مدائن میں بھجوایا جائے تاکہ قرار واقعی سزا دی جاسکے۔ شاہ ایران کی اعصاب شکستگی اور بے چینی کا حال بھی شاید حضرت نظامی گنجویؒ کے پر اثر فارسی اشعار سے بہتر آج تک کوئی بھی شخص بیان نہ کر پایا

:ہ ۔ قارئین کی دلچسپی کے مدِ نظر انہیں یہاں تحریر کیا جاتا ہے۔

دراں دوراں کہ گیتی رامِ اُو بود
زمشرق تا بہ مغرب نامِ اُو بود

(جس زمانے میں دنیا خسرو پرویز کی مطیع و فرمانبردار تھی اور مشرق و مغرب میں اس کے نام کا سکہ جاری تھا)

رسولِؐ ما بہ حجت ہائے قاہر
نبوّت در جہاں می کرد ظاہر

(ہمارے رسول حضرت محمد ﷺ روشن دلیلوں کے ساتھ اس دنیا میں اپنی نبوت کا اعلان فرمارہے تھے)

گہی با سنگِ خارا راز می گفت
گہی ریگش حکایت باز می گفت

(کبھی آپؐ کی مٹھی میں پتھر کی کنکریاں آپؐ کا کلمہ پڑھ رہیں تھی اور کبھی صحرا کی ریت آپؐ سے مخاطب تھی)

خلائق رازِ دعوت جام در داد
بہ ہر کشور صلائے عام در داد

(آپؐ نے مختلف اقوام کے افراد کو دعوتِ اسلام دیتے ہوئے اطمینان عطا کیا اور ہر ملک کے لئے اپنا پیغام پہنچایا)

بہ قرطاس از عطا عطرے سرشتند
بہ نامِ ہر یکی سطرے نوشتند

(آپؐ نے جو کچھ اپنی مہربانیوں اور نوازشات کی رو سے فرمایا اسے آپؐ کے کاتبوں نے ان کی خوشبوؤں کو سمیٹا اور عطر میں تبدیل کرتے ہوئے مختلف لوگوں کے نام سطریں تحریر کیں)

چو از نامِ نجاشی باز پرداخت
زبہرِ نامِ خسرو نامہ ای ساخت

(نجاشیؓ کے نام خط تحریر کرنے کے بعد آپ نے خسرو پرویز کے نام خط تحریر کروایا)

چو قاصد عرضہ کرد آں نامۂ نو
بجوشید از غضب اندامِ خسرو

(جب نامہ رساں نے وہ منفرد مراسلہ پیش کیا تو غصے سے خسرو پرویز کے تمام اعضاء کانپنے لگ گئے)

زتیزی گشت ہر موئے سنانی
زگرمی ہر رگش آتش فشانی

(جوش جذبات کے غلبے نے اس کے ہر بال کو بھالے کی صورت میں تبدیل کر دیا اور غصے کے باعث اس کی ہر رگ آتش فشاں ہو گئی)

سوادے دید روشن ہیبت انگیز
نوشتہ از محمدؐ سوئے پرویز

(جو تحریر حضرت محمد ﷺ کی جانب سے خسرو پرویز کے نام لکھی گئی تھی وہ واضح بھی تھی اور ہیبت انگیز بھی)

چو عنواں گاہ عالم تاب را دید
تو گفتی سگ گزیدہ آب را دید

(جب اس نے خط کا عنوان پڑھا تو آنحضورؐ کے خطاب کے انداز سے اس کی وہی کیفیت ہوئی جو کتے کے کاٹنے کے باعث باولے ہونے والے شخص کی پانی پہ نظر پڑتے ہوتی ہے۔)

غرورِ بادشاہی بردش از راہ
کہ گستاخی کہ یارو؟ با چو من شاہ

(بادشاہت کے غرور نے اسے بھٹکا دیا اور اس نے کہا کہ اے درباریو! دیکھو کہ میرے جیسے شہنشاہ کی شان میں یہ گستاخی کرنے کی جرأت کیسے ہوئی ہے)

کرا زہرہ کہ با ایں احترام
نویسد نامِ خود بالائے نامم

(یہ کس کی مجال ہے کہ میرے احترام اور رتبے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کوئی میرے نام کے اوپر اپنا نام تحریر کرے)

رخ از گرمی چو آتش گاہ خود کرد
بخود اندیشۂ بد کرد، بد کرد

(غصے کے باعث اس کا چہرہ اپنے آتش کدے کے شعلوں کی صورت سرخ ہو گیا۔ اس نے برا سوچا تو برا کیا)

درید آں نامۂ گردن شکن را
نہ نامہ بلکہ نامِ خویشتن را

(اس نے غرور کو خاک میں ملانے والے خط کو چاک کر ڈالا۔ اس نے خط کے ٹکڑے نہیں کئے بلکہ اپنے نام کے ٹکڑے کر دیئے)

فرستادہ چو دید آں خشم ناکی
بہ رجعت پائے خود را کرد خاکی

(نامہ رساں نے جب شاہ کو غصے کی حالت میں پایا تو چپکے سے واپسی کی راہ لی)

ازاں آتش کہ آں دودِ تہی داشت
چراغِ آگہاں را آگہی داشت

(اس خالی دھوئیں سے اٹھنے والی آگ کو علم و آگہی کے چراغ یعنی آنحضورؐ محسوس کر رہے تھے)

زگرمی آں چراغِ گردن افراز
دعا را داد چوں پروانہ پرواز

(غصے میں آ کر بلند و روشن چراغ یعنی آنحضورؐ نے اپنی دعا کو پروانے کی طرح ہوا میں اڑایا)

عجم را زاں دعا کسریٰ در افتاد
کلاہ از تارکِ کسریٰ در افتاد

(فارس میں جب دعا کے اثرات پہنچے تو خسرو پرویز کا تختہ الٹ گیا اور خسرو کے سر کا تاج نیچے آ گرا)

زہی شاہنشہی کز بیم و امید
قلم رانده بر افریدون و جمشید

(مبارک ہوں وہ شہنشاہ یعنی آنحضور ﷺ جن کی حالت امید و بیم میں ان کا حکم افریدون اور جمشید جیسے بادشاہوں پہ چلتا ہو۔)

قصہ مختصر یہ کہ یمن کے گورنر باذان نے خسرو پرویز کے ان احکام کی تعمیل کرتے ہوئے بابویہ اور خور خسرو نامی دو پولیس آفیسر مدینہ منورہ روانہ کئے۔ دونوں مدینہ منورہ پہنچے اور آپ ؐ کو ساتھ چلنے کو کہا۔ بصورت دیگر مدینہ منورہ پر فوج کشی کی دھمکی دی۔ آنحضور ؐ نے فرمایا کہ تم لوگ پہلے یہ تو پتہ کروا لو کہ تمہارا بادشاہ زندہ بھی ہے کہ نہیں۔ یہ لوگ خود تو مدینہ منورہ میں ٹھہرے اور حقیقت حال معلوم کرنے کے لئے کچھ افراد کو روانہ کیا۔ بالآخر انہیں یہ خبر ملی کہ خسرو پرویز قتل ہو گیا ہے اور اس کے جانشین نے اس کے جاری کردہ تمام فرامین منسوخ کر دیئے ہیں۔ یہ سنتے ہی دونوں ایرانی آفیسر بے نیل و مرام مجبوراً واپس یمن لوٹ گئے۔ مدینہ میں قیام کے دوران انہوں نے اہل اسلام کی بود و باش اور جذبے کا جو مشاہدہ کیا، ممکن ہے کہ آئندہ ایام میں ان پر اس کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہوں۔

خسرو پرویز کی گستاخی کی سزا ساسانی دربار کو مل کر رہی اور چند ہی برس میں اہل فارس کی بادشاہت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ایک نشان عبرت اور ایک قصۂ پارینہ بن گئی۔

مجوس اور اہل ایران سے آنحضور ؐ کا مزید واسطہ

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ روایات کے مطابق آنحضور ﷺ نے دس برس کی عمر میں بصرہ کا سفر فرمایا۔ یہ شہر اُس وقت ایران کی سلطنت کا اہم ساحلی شہر تھا۔ مزید برآں شام سے آتے ہوئے بصرہ تک کے راستے میں اُس وقت کی سلطنت فارس کے تمام اہم سیاسی مراکز بشمول پایۂ تخت مدائن واقع تھے۔ علاوہ بریں اپنے جوانی کے زمانہ میں بھی آپ ؐ نے یمن اور بصرہ کے متعدد سفر کئے تھے۔ بحرین بھی ان دنوں ایران کا صوبہ تھا، آپ ؐ نے وہاں کا سفر بھی کیا تھا۔ ایک موقع پر بحرین کے لوگ جب مدینہ منورہ تشریف لائے اور آپ ؐ نے ان سے بحرین کے مختلف مقامات کے بارے میں بالتفصیل بحث کی تو وہ لوگ بہت حیران ہوئے۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ میں کئی مرتبہ آپ کا ملک دیکھ چکا ہوں۔ ان

واقعات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ آپؐ نے مرکز فارس اور مقبوضات کا متعدد بار سفر فرمایا تھا۔ آپؐ کو وہاں کے لوگوں کی تہذیب و تمدن' رفتار و معاشرت اور بود و باش کے بارے میں ذاتی اور شخصی اہم معلومات حاصل تھیں۔ آپؐ جب بھی وہاں کا ذکر فرماتے تو اس کے پس منظر میں یہ مشاہدات' تجربات اور معلومات ہوتی تھیں۔ آپؐ نے فتح فارس کی پیشین گوئی بھی فرمائی تھی جس کا ذکر بعد میں یزدگرد سوم کے دربا میں اسلامی سفراء نے کیا تھا۔ علامہ اقبال نے کیا خوب فرمایا تھا ؎

ماند چشمش مدّتی محرومِ نوم
تا بہ تختِ خسروی خوابید قوم

(آنحضور ﷺ کی آنکھیں نیند سے ایک مدت تک محروم رہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا
کہ آپ کی امت کو خسرو کے تخت پر سکون نصیب ہوگیا)

اس شعر میں شاعر مشرق کی مراد یہی ہے کہ آپؐ کی شدت سے خواہش رہی تھی کہ ملک فارس مسلمانوں کے زیر نگین ہو جائے اور یہ خِطّہ اسلام کا مرکز بن جائے اور اس میں بسنے والی اقوام (بشمول خراسان و بلوچستان و سرحد و پنجاب و سنکیانگ کے باسی) ایک نہ ایک دن اسلام کے بازوانِ شمشیرزن بن جائیں۔

عرب میں بھی کہیں کہیں ایرانی اثرات بہت گہرے تھے۔ ایک اہم قبیلہ بنو تمیم بھی زردشتی دین پر قائم تھا۔ یہ لوگ اہل مجوس تھے' ان کے گہرے روابط ایرانی حکمرانوں سے بھی رہے ہیں۔ مجوسیوں میں بیٹیوں اور بہنوں سے بھی شادی کو معیوب تصور نہیں کیا جاتا ہے۔ بنو تمیم کے رئیس زرارہ تمیمی نے اپنی بیٹی کو اپنے عقد میں لے رکھا تھا جسے باقی عرب لوگ بہت بری نظر سے دیکھتے تھے۔ اسی طرح اقرع بن حابس تمیمی بھی مجوسی تھا۔ اس امر کا مفصل ذکر معارف ابن قتیبہ میں ملتا ہے۔ یہ لوگ فارس و عرب کے مابین ایک پُل کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ لوگ کافی پڑھے لکھے اور سمجھ دار تھے۔ ان کے وفود کی دربارِ رسالت میں آمد شروع ہوئی تو یہ لوگ شروع شروع میں مروّجہ زردشتی آداب کو ملحوظِ خاطر لاتے ہوئے پوری شان و شوکت سے مدینہ منورہ آئے۔ بنو تمیم کے تمام بڑے رؤساء مثلاً اقرع بن حابس' زبرقان' عمرو بن الاہتم اور نعیم بن یزید پر مشتمل ایک وفد

آنحضورؐ کے پاس آیا۔ یہ لوگ خود مباہات کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہنچے۔ آپ کے گھر کے باہر کھڑے ہو کر آپؐ سے یوں مخاطب ہوئے : اے محمدؐ باہر آؤ۔ آپؐ گھر سے نکلے تو کہا کہ ہم مفاخرہ کرنے آئے ہیں۔ جس سے مراد یہ تھی کہ وہ اپنے مذہب، تمدن اور قبیلے کی خصوصیات کے بارے میں تقریر کریں گے اور پھر اسلام کا پیغام جواب میں پیش کیا جائے گا۔ پھر تقریری اور مناظرانہ انداز میں بحث ہو گی۔ آنحضورؐ نے اجازت دے دی۔ چنانچہ ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں صحابہ کرامؓ بھی موجود تھے۔ ان کی جانب سے معروف زرتشتی خطیب عطارد ابن حاجب آگے بڑھا۔ اس شخص نے دربار خسرو نوشیروان سے بھی اپنی تقریری خوبیوں کی بدولت کم خواب کی خلعت حاصل کی ہوئی تھی۔ اس نے کہا "یزدان کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں گراں بہا تاج و تخت اور خزانوں کا مالک بنایا ہے۔ ہم تمام اقوام مشرق میں سب سے معزز ہیں۔ ہمارے برابر کون ہو گا۔ ہمارے مقابلہ کا جسے دعویٰ ہو وہ اپنے اوصاف و خصائص گنائے"۔

آنحضورؐ کے حکم کے مطابق ثابت بن قیسؓ اٹھے اور یوں گویا ہوئے : "تعریف کے لائق اللہ کی ذات ہے جو زمینوں اور آسمانوں کا خالق ہے۔ اس نے ہمیں اقتدار بخشا اور تمام انسانوں میں سے اس ہستی کا انتخاب کیا جو سب سے شریف النفس، عالی نسب، حق گو اور بلند اخلاق کے مالک ہیں۔ تمام جہانوں سے آپؐ کو منتخب فرما کر آپؐ پر کتاب نازل کی۔ آپؐ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ سب سے پہلے مہاجرین اور پھر ہم (انصار) نے اسلام قبول کیا۔ ہم لوگ انصارِ الٰہی او وزرائے رسالت ہیں۔"

پھر شعری مقابلہ ہوا۔ بنو تمیم کے مشہور شاعر زبرقان ابن بدر نے قصیدہ پڑھا تو جواب میں حضرت حسانؓ بن ثابت نے نعت پڑھی۔ اقرع بن حابس نے پھر تقریر کی اور زرتشتی عقائد اور تعلیمات پر اظہار فخر کیا۔

اس عالمانہ اور شاعرانہ معرکہ آرائی اور استدلال کا نتیجہ یہ نکلا کہ آخر کار مجوسی عمائدین زچ ہو گئے اور انہوں نے صدق دل سے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے اثرات مجوسی معاشرے پر بھی مرتب ہوئے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی ان لوگوں کے عقائد و افکار سے واقفیت حاصل ہوئی۔ ان نظریات و عقائد کا فائدہ چند سال بعد صحابہ کرامؓ کو

اُس وقت ہوا جب ایران فتح ہوا اور وہاں کے لوگوں سے معاملات طے کرنے کے لئے تبلیغ و اشاعتِ اسلام اور اسلامی حکومت کی وہاں تک وسعت کے مسائل پیش آئے۔ اپنی کتاب انوار القرآن میں جناب ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ رقمطراز ہیں کہ جب ایرانیوں نے اسلام قبول کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان کے لئے نماز کا ترجمہ فارسی میں کر دو۔ یہ اس لئے کہا گیا کہ وہ لوگ نماز کو پورے فہم کے ساتھ ادا کریں۔ اس دوران انہیں اتنی عربی آگئی کہ وہ نماز کو سمجھ کر ادا کرنے لگے۔

سرزمین عرب سے کئی لوگ جندی شاپور کے مقام پر واقع ایران کی میڈیکل یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کرنے جایا کرتے تھے اور وہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد وہ لوگ واپس اپنے وطن مالوف لوٹتے تو ان پر عجمیت کا رنگ غالب ہوتا اور اعلیٰ غیر ملکی ڈگری کے حصول کے باعث معاشرے میں انتہائی عزت و آبرو کے مستحق گردانے جاتے۔ یہ لوگ مجوسی نظریات اور عقائد سے باخبر ہوتے اور انہوں نے ایرانی اساطیری ادب کا مطالعہ بھی کیا ہوتا تھا۔ ان لوگوں میں رکھ رکھاؤ اور پروٹوکول کا مخصوص عجمی احساس بھی موجود ہوتا۔ ایک ایسے ہی طبیب حارث بن کلدہ بھی تھے۔ انہوں نے جندی شاپور میں تعلیم حاصل کی تھی اور کم از کم ایک مرتبہ دربارِ خسرو نوشیروان میں باریابی حاصل کی تھی اور شاہ سے خطاب بھی کیا تھا۔ انہوں نے خسرو نوشیروان کو طبّی مشوروں سے نوازا تھا۔ یہ بنو ثقیف قبیلہ سے وابستہ تھے اور طائف میں قیام پذیر تھے۔ آنحضور ﷺ نے ان کو حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ کے معالجے کے لئے مدعو بھی کیا تھا اور انہوں نے آنحضور ؐ سے ملاقات کی تھی۔ یہ اسلام کے ابتدائی دور میں وفات پا گئے تھے اور ان کے اسلام قبول کرنے کی بابت ثابت نہیں ہو پایا۔

ایک اور شخص نصر بن حارث بن کلدہ تھا۔ وہ بھی جندی شاپور سے فارغ التحصیل تھا اور معروف طبیب اور دانشمند تصور کیا جاتا تھا۔ وہ قرآن پاک کی آیات کا تمسخر اڑاتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ایرانیوں کی اساطیر خصوصاً رستم اور اسفندیار کی داستانیں مطالب و معانی اور تفریحی اعتبار سے قرآنی حکایات سے بہتر ہیں۔ مستشرقین خصوصاً آر جی آربری نے یہ بھی دعویٰ کیا ہے کہ کبھی کبھار وہ آنحضور ؐ کی مجلس میں آکر (مکی زندگی میں) ایرانی

قصے چھیڑ دیتا تو لوگ آنحضورؐ کو چھوڑ کر اس کی جانب متوجہ ہو جایا کرتے۔ بقول ڈاکٹر براؤن آنحضورؐ کو اس کے اس نازیبا رویئے پہ سخت غصہ تھا۔ وہ بالآخر اسیرانِ بدر کے گروہ میں بارگاہ نبوّت میں مدینہ منوّرہ لایا گیا تو آنحضورؐ نے اس کے قتل کا حکم صادر فرمادیا اور اسے آیات و حکایات قرآن کے استہزاء کی سزا مل گئی۔ بقول علامہ محمد قزوینی وہ حارث بن علقمہ بن کلدہ کا بیٹا تھا۔

علاوہ بریں حجاز و نجد و یمن میں قبیلہ بنو تمیم کے علاوہ بھی مجوسیوں کا وجود ملتا تھا اور جب وہ آنحضورؐ کے عہد میں اسلامی نظم و ضبط کے تحفظ میں آئے تو مولانا سلیمان ندوی کے بقول ان پر جزیہ عائد کیا گیا۔ ان لوگوں سے بھی آنحضورؐ کو معاملات پیش آئے۔

مدنی زندگی میں حضرت سلمان فارسیؓ بھی مدینہ منورہ میں بطورِ غلام تشریف لائے۔ اس سے قبل اسلام کی حقانیت کی بشارت کے باعث ان کے تجسّس نے انہیں مدینہ کی راہوں پہ عازمِ سفر کر دیا تھا مگر اپنے ساتھ شریکِ سفر کرنے والے یہودیوں نے مدینہ پہنچتے ہی انہیں فروخت کر دیا۔ آپؓ کی نجابت، بصیرت، تقویٰ اور اسلام سے جذباتی وابستگی کی ایک الگ داستان ہے۔ آپ اگر اصحابِ صُفّہ کے سرخیل تھے تو جنگی حکمتِ عملی میں حضورؐ کے خصوصی مشیر۔ آپ بزرگ صحابہ میں قابلِ احترام تھے تو دوسری جانب آنحضورؐ نے آپ کو اپنے اہل بیت کا فرد قرار دیا تھا۔ آپ کی قدر و منزلت کا تقاضا ہے کہ کسی اور مرحلے پر ایک مستقل تحریر کی صورت میں آپ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے۔ تاہم مختصراً یہ کہ جنگِ خندق کی حکمت عملی وضع کرتے وقت اور دیگر مواقع پر دیئے گئے مشوروں سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ پہنچنے کے بعد آپؓ آنحضورؐ کے انتہائی قریبی دوست اور صحابی تھے۔ آپ کی شخصیت عجمی مسلمانوں کی نجابت، شرافت اور طاعت کا ایک حسین ترین نمونہ تھی۔ آپ کی عظیم شخصیت کے اثرات بعد میں ایران میں تبلیغ اسلام اور انتظام و انصرام پر مرتب ہوئے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایران کی سماجی اور ثقافتی زندگی کی بابت حضرت سلمانؓ بھی آنحضورؐ کو معلومات مہیا فرماتے رہے ہیں۔ ابتداء میں حضرت سلمان فارسیؓ کو عربی زبان سمجھنے میں دشواری پیش آتی تھی۔ آپؐ نے انہیں فرمایا کہ تلاوت کثرت سے کرتے رہو۔ جب عربی زبان سیکھ جاؤ گے تو قرآن پاک کو سمجھ کے پڑھ لینا۔

(جاری ہے)

داستان عزیمت

امام شاملؒ (۳)

امام شاملؒ کے حالات زندگی پر انگریزی زبان میں شائع ہونے والی کرنل محمد حامد کی کتاب کا ترجمہ و تلخیص

ترتیب و ترجمہ : اظہار احمد قریشی

گزشتہ قسط کے خاتمہ تک جناب شامل حضرت امام شاملؒ بن چکے تھے اور کرنل حامد صاحب کی کتاب کے تین ابواب ختم ہو چکے تھے۔ زمانہ ۱۸۳۴ء تک پہنچ چکا تھا۔ کرنل صاحب کی کتاب کا چوتھا باب مئی ۱۸۳۷ء سے شروع ہوتا ہے۔ اس تین سال کے دوران حضرت امام صاحب کے بارے میں کچھ نہیں معلوم کہ وہ کیا تیاریاں کرتے رہے، کہاں کہاں دورے کرتے رہے، کیا تقریریں کرتے رہے۔ کرنل صاحب کی کتاب کچھ بہت ہی جلدی جلدی میں لکھی ہوئی ہے۔ پروف کی بھی غلطیاں ہیں۔ میں کچھ غلطیاں اس سے قبل بھی بیان کر چکا ہوں۔ اب چوتھے باب میں صفحہ ۴۳ پر اشلطہ پر روسی قبضہ اور مجاہدین کی پسپائی کا بیان ہے، لیکن صفحہ ۴۷ پر لکھا ہے کہ اشلطہ کے مقام پر شکست نے روسیوں کی عزت خاک میں ملادی تھی ع

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی!

میرے ساتھ ایک لطیفہ بھی ہو گیا۔ میں ہر جگہ کوشش کر رہا تھا اور کر رہا ہوں کہ مجھے حضرت امام شامل کے متعلق اچھی کتابیں ملیں تو میں پھول چن کر گلدستہ بنا کر آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کروں لیکن اب تک مجھے جو کامیابی حاصل ہو سکی ہے وہ یہ ہے کہ عزیزم سلمان نے امریکہ سے اسی کتاب کا ایک نسخہ مجھے اور بھیج دیا ہے۔ برخوردار عزیزم عاکف سے درخواست ہے کہ وہ مجھے کوئی اچھی مستند کتابیں منگوا کر دیں۔ ان کا حلقہ احباب تو ماشاء اللہ خاصا وسیع ہے۔

☆ ☆ ☆

کرنل صاحب کی کتاب کے مطابق مئی ۱۸۴۳ء میں روسیوں نے اشلطہ پر حملہ کیا۔ مجاہدین نے زبردست مقابلہ کیا۔ دست بدست جنگ میں بہادری کے کارنامے دکھائے لیکن پسپا ہونا پڑا۔

اس کے بعد روسیوں کا ارادہ غرغابیل پر حملہ کا ہوا لیکن ان کے کارروائی شروع کرنے سے قبل ہی بارہ ہزار مجاہدین ان پر ٹوٹ پڑے اور روسی فوج کو نرغہ میں لینے کی کوشش کی۔ ۲۴ گھنٹے مسلسل لڑائی رہی۔ روسیوں کو اس دوران مزید کمک پہنچ گئی۔ مجاہدین وہاں سے ہٹ کر غائب ہو گئے۔ روسی جنرل فیس بھی پیچھے کی جانب چلا گیا اور جب اس کو مزید کمک پہنچ گئی تو وہ ٹلٹی پہنچ گیا جہاں حضرت امام شامل ؒ کی فوجیں مدافعت کر رہی تھیں۔ ٹلٹی اشلطہ سے بڑا گاؤں تھا۔ اس میں ۶۰۰ مکانات تھے اور زیادہ مضبوط جگہ تھی۔ دفاع کے لحاظ سے یہ بہت عمدہ جگہ تھی۔ اس کے نو بلند اور محفوظ ٹاور تھے۔ اس کے پاس ہلکا توپ خانہ بھی تھا۔ چند دنوں میں سارے ٹاور اور بیشتر مکانات روسیوں کے بڑے توپ خانہ نے گرا دیئے۔ روسی فتح یقینی معلوم ہوتی تھی۔ اس وقت امام شامل نے صلح کے لئے سفیر بھیجے۔ جنرل فیس نے اپنے آدمی پیچھے ہٹا کر ایک اونچی پوزیشن پر جمع کئے۔ دو دن تک گفت و شنید جاری رہی اور آخر میں امام صاحب نے جنرل فیس کو ایک خط لکھا جس کے الفاظ روسیوں کو پسند نہیں آئے۔ تاہم روسیوں نے واپسی شروع کرنے کے بعد درخواست بھیجی کہ امام صاحب کے خط کو مناسب الفاظ میں تبدیل کر دیا جائے۔ امام صاحب دوسرا خط لکھنے پر راضی ہو گئے۔ لیکن چونکہ اس وقت تک صورتحال مکمل طور پر ان کے کنٹرول میں تھی۔ لہٰذا دوسرے خط کے الفاظ اور اس کا مواد پہلے خط سے ذرا سا ہی مختلف تھا۔

جنرل فیس کی ان خطوط کی منظوری صلح کی ہم معنی تھی۔ یہ امام صاحب کی سیاسی فتح تھی اس سے علاقہ کے لوگوں میں حضرت امام شامل ؒ کی سیاسی اور دینی سربراہ کی حیثیت قائم ہو گئی۔ روسیوں کی جنگی پوزیشن کمزور ہو گئی تھی۔ ان کی فوج میں بدنظمی تھی، ان کے بہت آدمیوں کا نقصان ہوا تھا، گولہ بارود کی کمی تھی، سپاہ تھکی ہوئی تھی۔

حضرت امام شامل کا روسی جنرل فیس کے نام پہلا خط

"امام شامل اور ان کے چار ساتھیوں (جن کے نام درج تھے) اور داغستان کے دیگر معززین اور دانشوروں کی جانب سے ـــــ ہم نے محمد مرزا خان کو یرغمال کے طور پر دے کر روسی شہنشاہ کے ساتھ صلح کی ہے۔ ہم میں سے کوئی اس صلح کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ البتہ شرط یہ ہے کہ کوئی بھی فریق دوسرے کو ذرہ برابر بھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ کوئی فریق اگر وعدہ خلافی کرے گا تو یہ دھوکہ دہی سمجھی جائے گی۔ ایسے غداروں پر خدا اور خلق کی لعنت ہوتی ہے۔ ہمارا یہ خط ہمارے خلوص کی مکمل وضاحت کرے گا"۔

روسی جنرل فیس تحریر کا بادشاہ تھا۔ اس نے ایسی پر زور رپورٹیں اپنے بادشاہ کو لکھیں جن سے اس کی جنگی مہارت اور قابلیت ثابت ہوتی تھی۔ اس کی رپورٹوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اب تحریک مجاہدین مردہ ہو چکی ہے اور روسی طاقت داغستان میں حاوی ہو چکی ہے۔ جنرل فیس کے بعد آنے والے جرنیل کلوگنو کو جب حقیقت کا علم ہوا ہو گا تو وہ جنرل فیس کی رپورٹوں پر ہنسا ہو گا۔ جنرل کلوگنو کے ذمہ یہ کام لگایا گیا کہ وہ امام شامل کو راضی کرے کہ وہ ٹفلس میں جا کر شہنشاہ روس کی اطاعت قبول کر لیں۔

روسی شہنشاہ کی آمد : اس سال روسی شہنشاہ نکولس چیچنیا اور داغستان کے علاقے کا موسم خزاں میں دورہ کرنے والا تھا۔ روسیوں کو یقین تھا کہ اس موقع پر اس علاقے میں مستقل اور پائیدار امن قائم ہو جائے گا لیکن اس کیلئے حضرت امام شامل کا اطاعت قبول کرنا ضروری تھا۔ جنرل کلوگنو ذاتی بہادری اور فوجی مہارت میں بڑا نامور تھا۔ اسے اس علاقہ کے حالات سے بھی بڑی واقفیت تھی۔ چنانچہ ان کو حضرت امام شاملؒ سے ملاقات کا کام سونپا گیا۔

جنرل کلوگنو کی امام صاحب سے ملاقات : غالباً جنرل کلوگنو کو کامیابی کی امید کم ہی تھی لیکن شہنشاہ کا حکم ماننا ضروری تھا۔ بہرحال ملاقات طے ہو گئی اور ۱۸ ستمبر کی صبح ایک چشمہ کے پاس ملاقات ہوئی۔ عظیم شہنشاہ روس کا نمائندہ اور امام صاحب گھوڑوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں اترے۔ روسی نمائندے نے پورا زور لگا کر

ترغیب دلانے کی کوشش کی' لیکن امام صاحب نے فرمایا کہ وہ حتمی جواب دینے سے پہلے اپنے ساتھیوں سے مشورہ لازمی سمجھتے ہیں۔ امام صاحب نے واضح کر دیا کہ ہتھیار ڈالنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس موقع پر ایک بڑا ناخوشگوار واقعہ ہوا۔ دوپہر کے تین بجے تک جب امام صاحب مان کر نہ دیئے تو دونوں اٹھے۔ جنرل کلوگنو نے الوداعی ہاتھ ملانے کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن امام صاحب کے ہاتھ ملانے سے قبل امام صاحب کے ساتھی مرید نے جنرل کلوگنو کا ہاتھ پکڑ لیا اور زوردار الفاظ میں کہا کہ مجاہدین کے لیڈر کے لئے ہرگز جائز نہیں ہے کہ وہ ایک غیر مسلم سے ہاتھ ملائے۔ کلوگنو تو پہلے ہی غصہ سے بھرا ہوا تھا کہ اس کا مقصد پورا نہیں ہوا تھا اور اب وہ آپے سے باہر ہو گیا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ ایک ڈنڈے سے مرید کی پگڑی پر وار کرے۔ اگر ایسا ہو جاتا تو کلوگنو کے زندہ بچنے کا کوئی امکان نہیں تھا۔ امام صاحب نے موقع کی نزاکت کے مطابق فوری کارروائی کی۔ انہوں نے کلوگنو کا ڈنڈا ایک ہاتھ سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اپنے مرید کو روکا جس کی تلوار نیام سے نصف باہر نکل چکی تھی۔ امام صاحب نے اپنے بقایا ساتھیوں کو جو نزدیک آ رہے تھے کہا کہ وہ پیچھے ہٹ جائیں اور کلوگنو سے کہا کہ وہ بلا تاخیر چلے جائیں۔ کلوگنو سخت غصے میں تھا اور گالیاں دیتا رہا لیکن امام صاحب نے نہ صرف خود کو روکا بلکہ اپنے آدمیوں پر بھی کنٹرول کیا۔ کلوگنو کے نائب نے اس کا کوٹ پکڑ کر پیچھے کھینچا اور اسے پیچھے ہٹنے پر راضی کر لیا۔

کلوگنو نے ایک لمبا خط امام صاحب کو لکھا کہ وہ شہنشاہ کی خواہش کی تکمیل کریں' لیکن اس کے جواب میں امام صاحب نے مختصر اور فیصلہ کن خط تحریر کیا :

> "اس عاجز شامل کی جانب سے یہ خط ہے۔ میں تو کل معاملہ خدا کے ہاتھ میں دیتا ہوں۔ آج ۲۸ ستمبر ۱۸۳۷ء ہے۔ میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ میں نے آخری فیصلہ یہ کیا ہے کہ میں ٹفلس نہیں جاؤں گا چاہے مجھے اس انکار کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے' کیونکہ مجھے آپ لوگوں کی جانب سے متعدد مرتبہ دھوکہ دہی کا تجربہ ہوا ہے اور یہ حقیقت سب لوگوں کو معلوم ہے"۔

پچھلے دنوں میں بالاکوٹ سے گزرا تو حضرت امام شامل" اور حضرت سید احمد شہید" کے حوالہ سے بے اختیار یہ شعر زبان پر آیا اور میں کئی دن اس کو گنگناتا رہا ؎

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

حضرت امام شامل" پھول تھے اور حضرت سید احمد شہید" غنچہ تھے، لیکن حسرت ان غنچوں پہ نہیں ہے کیونکہ وہ تو اپنی مراد پا گئے اور جام شہادت نوش کر گئے۔ حسرت مسلمانان برصغیر پر ہے کہ وہ جہاد کی بہار جانفزا کی بس ایک جھلک ہی دیکھ پائے۔ اگر امام شامل" کی طرح ہمارے سید احمد شہید" کو بھی پندرہ بیس برس کی کارگزاری کا موقع مل جاتا تو ہماری حالت یکسر مختلف ہوتی۔ بہرحال یہی خدا کو منظور تھا۔

میں نے آج کے پاکستان کے حالات پر جتنا غور کیا ہے، میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہماری بنیادی کمزوری دنیا سے یعنی مال سے اور معیار زندگی سے محبت ہے۔ چنانچہ میں نے "اہل پاکستان کے لئے راہ عمل" کے عنوان سے اور اس پر کچھ لٹریچر بھی تیار کیا ہے۔ طلب کرنے پر میں حاضر کر دوں گا۔ خط یا فیکس لکھیں یا فون پر طے کر کے تشریف لائیں۔ میرا دفتر ۳۔ ریواز گارڈن لاہور ہے۔ فون 9-7320108 ہے۔ فیکس 7359378

اظہار احمد قریشی عفی عنہ

انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی کے زیر اہتمام

ایک سالہ قرآن فہمی کورس

- آغاز : 16/ فروری 1998ء
- اوقات : صبح 30 : 8 تا 00 : 1 بجے دوپہر
- بمقام : قرآن اکیڈمی، کراچی
- قابلیت : کم از کم F.Sc/F.A و مساوی
- نصاب : آسان عربی گرامر، منتخب نصاب قرآنی، تجوید، منتخب احادیث، اصول فقہ، دینی لٹریچر
- داخلے کی آخری تاریخ 12 فروری 1998ء ہے۔

نوٹ : کورس میں خواتین کی شرکت کا معاملہ اور بیرون کراچی خصوصاً اندرون سندھ کے حضرات کیلئے رہائش و طعام کی سہولت کی فراہمی کا معاملہ ابھی زیر غور ہے۔

قرآن اکیڈمی، خیابان راحت، درخشاں، فیز VI ڈیفنس

فون : 5855219-5854036

اشاریہ ماہنامہ "میثاق"

جنوری ۱۹۹۷ء تا دسمبر ۱۹۹۷ء (جلد ۴۶)

مرتب : امتیاز احمد نگیال

قرآنیات

یوسف سلیم چشتی (مرحوم)

خصوصیات قرآن — فروری ۹۷ء ص ۳۳

حقیقت و حکمت دین

اسرار احمد، ڈاکٹر

رمضان، قرآن اور پاکستان — فروری ۹۷ء ص ۱۳

حقیقت تصوف (۱) — فروری ۹۷ء ص ۱۵

حقیقت تصوف (۲) — مارچ ۹۷ء ص ۷۰

حقیقت تصوف (۳) — اپریل ۹۷ء ص ۳۴

عمران این حسین

روزے کی عبادت، حکمت اور مقاصد — جنوری ۹۷ء ص ۲۹

محمد یوسف اصلاحی، مولانا

نیکیوں کا موسم بہار — جنوری ۹۷ء ص ۳۹

محمد طاسین، مولانا

مسئلہ ایمان و کفر، قرآن و حدیث کی روشنی میں (۱) — جون ۹۷ء ص ۵۴

مسئلہ ایمان و کفر، قرآن و حدیث کی روشنی میں (۲) — جولائی ۹۷ء ص ۳۱

مسئلہ ایمان و کفر، قرآن و حدیث کی روشنی میں (۳) — اگست ۹۷ء ص ۳۷

منظور احمد نعمانیؒ

قرب الٰہی کے دو راستے — دسمبر ۹۷ء ص ۳۱

دعوت و تحریک

اسرار احمد، ڈاکٹر

پاکستان میں نظام خلافت کے کم از کم دستوری تقاضے
اور تنظیم اسلامی کی "مطالبہ تکمیل دستور اسلامی" کی مہم — اپریل ۹۷ء ص ۷
انقلابی جدوجہد کے لوازم و مراحل —— اور
انقلاب نبویؐ کے پہلے دو مرحلے : دعوت اور تنظیم — دسمبر ۹۷ء ص ۵

رحمت اللہ بٹر

عبادت رب — جنوری ۹۷ء ص ۴۵
شہادت علی الناس — ستمبر ۹۷ء ص ۱۷

سید محمد آزاد

دعوت و تبلیغ کی اہمیت — اپریل ۹۷ء ص ۲۶

محمد رشید عمر

عدل اجتماعی : امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ہدف — اگست ۹۷ء ص ۶۱

محمد طاہر خاکوانی

تنظیم اسلامی کی دعوت — اکتوبر ۹۷ء ص ۴۵

نعیم اختر عدنان

تنظیم اسلامی کی مطالبہ تکمیل دستور اسلامی کی مہم کا تعارف — اپریل ۹۷ء ص ۴۳

فقہ و اجتہاد

اسرار احمد، ڈاکٹر

عہد حاضر میں اجتہاد —— اہمیت اور شرائط اہلیت — جنوری ۹۷ء ص ۵
"قرض اتارو، ملک سنوارو" سکیم میں زکوٰۃ کا استعمال؟ — مارچ ۹۷ء ص ۷۶
عہد حاضر میں اجتہاد : تاریخ کے مختلف ادوار کے تناظر میں — ستمبر ۹۷ء ص ۵
عہد حاضر میں اجتہاد کا طریق کار — اکتوبر ۹۷ء ص ۹

سیرت و سوانح

اظہار احمد قریشی

امام شاملؒ (۱) — جولائی ۹۷ء ص ۶۸

امام شاملؒ (۲) — اگست ۹۷ء ص ۶۹

امام شاملؒ (۳) — دسمبر ۹۷ء ص ۷۰

محمد یونس جنجوعہ، پروفیسر

حب رسولؐ : حضرت زید بن حارثہؓ — اپریل ۹۷ء ص ۵۹

معاشیات اسلام

تنزیل الرحمٰن، جسٹس (ر)

پاکستان میں بلاسود معیشت کے مسائل اور ان کا حل — ستمبر ۹۷ء ص ۳۱

عاطف وحید

پاکستان میں انسداد سود کی کوششوں کی تاریخ اور مستقبل کے امکانات — اپریل ۹۷ء ۴۷

ملکی و ملی اور سیاسی امور

اسرار احمد، ڈاکٹر

فرقہ وارانہ کشیدگی سے اصل فائدہ کس کو؟ اور شدید نقصان کس کا؟ — فروری ۹۷ء ص ۹

مسلم لیگ کا حالیہ احیاء اور نواز شریف صاحب کو مخلصانہ مشورے — مارچ ۹۷ء ص ۱۵

کیا مذہبی جماعتیں ناکام ہیں؟ حقائق و واقعات کی روشنی میں — جون ۹۷ء ص ۰۵

امیر تنظیم اسلامی کے خطابات جمعہ کے پریس ریلیز — جولائی ۹۷ء ص ۰۵

امیر تنظیم اسلامی کے خطابات جمعہ کے پریس ریلیز — اگست ۹۷ء ص ۰۵

امیر تنظیم اسلامی کے خطابات جمعہ کے پریس ریلیز — اکتوبر ۹۷ء ص ۰۵

پاکستان کا مستقبل، روشن یا تاریک؟ — نومبر ۹۷ء ص ۰۹

یادداشت بنام وزیر اعظم پاکستان — جون ۹۷ء ص ۶۹

از طرف امیر تنظیم اسلامی و مرکزی مجلس عاملہ

توضیحات و تنقیحات

خورشید احمد گیلانی

نالہ ہے بلبل شوریدہ ترا خام ابھی — نومبر ۹۷ء ص ۴۱
(مولانا وحید الدین خان کے افکار و نظریات کا علمی محاکمہ)

ساجد رضا تھیم

تحریک جعفریہ کے بارے میں ضروری وضاحت — نومبر ۹۷ء ص ۷۰

نعیم الحسن

ایک وضاحت ـــ ایک گزارش — اکتوبر ۹۷ء ص ۷۷

نوید احمد

جہاد کشمیر کی حقیقت — جنوری ۹۷ء ص ۶۰

امیر تنظیم اسلامی کے افکار ـــ انٹرویو کے آئینے میں — اگست ۹۷ء ص ۷۷

نوید احمد

جہاد کشمیر کی حقیقت — جنوری ۹۷ء ص ۶۰

امت مسلمہ کی عمر

امین محمد جمال الدین

امت مسلمہ کی عمر اور مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان (۱) — جون ۹۷ء ص ۲۹
امت مسلمہ کی عمر اور مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان (۲) — جولائی ۹۷ء ص ۵۵

خورشید عالم، پروفیسر

امت مسلمہ کی عمر اور مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان (۳) — اگست ۹۷ء ص ۲۳
امت مسلمہ کی عمر اور مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان (۴) — ستمبر ۹۷ء ص ۴۱
امت مسلمہ کی عمر اور مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان (۵) — اکتوبر ۹۷ء ص ۲۹
امت مسلمہ کی عمر اور مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان (۶) — نومبر ۹۷ء ص ۵۷
امت مسلمہ کی عمر اور مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان (۷) — دسمبر ۹۷ء ص ۴۱

فکر عجم

ابو معاذ، ڈاکٹر

۱۔ علامہ اقبال اور مسلمانان عجم — جولائی ۹۷ء ص ۴۱
۲۔ علامہ اقبال اور مسلمانان عجم — اگست ۹۷ء ص ۴۷
۳۔ علامہ اقبال اور مسلمانان عجم — ستمبر ۹۷ء ص ۶۲
۴۔ آنحضورؐ اور سلطنت فارس — اکتوبر ۹۷ء ص ۶۰
۵۔ آنحضورؐ اور سلطنت فارس — نومبر ۹۷ء ص ۴۳
۶۔ آنحضورؐ اور سلطنت فارس — دسمبر ۹۷ء ص ۵۹

گوشہ خواتین

اسرار احمد، ڈاکٹر

فرائض دینی اور مسلمان خواتین (۱) — جولائی ۹۷ء ص ۱۱
فرائض دینی اور مسلمان خواتین (۲) — اگست ۹۷ء ص ۷۰

ثریا بتول علوی

اے اسلام! تو عورتوں کا سب سے بڑا محسن ہے — جون ۹۷ء ص ۷۳

افکار و آراء / خطوط و نکات

تنظیم حسن، سید

کراچی سے ایک درد بھرا مکتوب — فروری ۹۷ء ص ۷۶

عبد القسیم خان

یہ "قدر" اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے! — اکتوبر ۹۷ء ص ۷۸

محبوب الحق عاجز

حقانی صاحب، اپنی ذمہ داری ادا کریں — جنوری ۹۷ء ص ۶۹

مظہر علی ادیب

قصور وار کون ــــ لڑکی یا والدین؟ — جولائی ۹۷ء ص ۷۸

وسیم احمد

ہماری زبوں حالی اور اس کا علاج — جولائی ۹۷ء ص ۷۹

7/16/36 (1156)

وقار عظیم ندوی
ریاض سے ایک جواب طلب مراسلہ
اور تنظیم اسلامی کی جوابی وضاحت — فروری ۹۷ء ص ۴۳

صوبہ سرحد سے ایک متلاشی حق کا خط
(اور امیر تنظیم اسلامی کا جواب) — فروری ۹۷ء ص ۷۰

رفتار کار

جنوں میں جتنی بھی گزری بکار گزری ہے — اکتوبر ۹۷ء ص ۶۹
امیر تنظیم اسلامی کی دعوتی سرگرمیوں اور مصروفیات کی اجمالی رپورٹ

عرض احوال

میثاق کے ادارتی صفحات میں "عرض احوال" کے عنوان سے حافظ عاکف سعید صاحب کی تحریر شامل اشاعت ہوتی ہے، جب کہ ستمبر ۹۷ء کے شمارے کا "عرض احوال" حافظ خالد محمود خضر صاحب نے تحریر کیا۔

ضرورت رشتہ

لاہور سے تعلق رکھنے والے کراچی میں مقیم شیخ فیملی، تنظیم اسلامی کے رفیق سرکاری آفیسر کی دو بیٹیوں، تعلیم فارغ درس نظامی، عمر 18 سال اور 19 سال کے لئے موزوں رشتے درکار ہیں۔
رابطہ : پوسٹ بکس نمبر 5166، ماڈل ٹاؤن لاہور

سرگودھا سے تعلق رکھنے والی دینی مزاج کی حامل اردو سپیکنگ قریشی فیملی کی دو بہنوں، تعلیم بی اے 23 سال، میٹرک 21 سال کے لئے موزوں رشتے درکار ہیں۔ رابطہ : مظہر خان
فلیٹ نمبر 11 بلاک نمبر 88 جی ٹائپ ٹو کراچی کمپنی، اسلام آباد، فون : 263986

کشمیری سنی گھرانے کے کنوارے خوش اخلاق و نیک اطوار ڈاکٹر ماہر امراض چشم گورنمنٹ آفیسر بیٹے کے لئے دینی مزاج کی حامل، پابند صوم و صلوۃ، ترجیحاً حافظہ قرآن، اعلیٰ تعلیم یافتہ (نان میڈیکل)، نیک سیرت و صورت، تقریباً ۲۰ سالہ دوشیزہ کا رشتہ درکار ہے۔ صرف والدین مکمل کوائف معہ ٹیلیفون نمبر مندرجہ ذیل پتہ پر تحریر فرمائیں۔
پتہ برائے کوائف : 23۔ اونکار روڈ، کرشن نگر، لاہور

تحفہ دولہا (قیمت 120)

شوہر کے لیے بیش بہا نصائح رشتہ ازدواج کا پہلا زینہ نیک بیوی کا انتخاب جنتی شوہروں کے اوصاف' بیوی سے سدا نبھانے کے چند سنہری اصول' گھریلو زندگی جنت نظیر بنانے کے آسان طریقے
خود بھی پڑھیئے اور تحفہ میں دوستوں کو بھی دیجئے۔ پسند فرمودہ
حضرت مفتی نظام الدین شامزی

تحفہ دلہن (قیمت 200)

لڑکیوں کو جہیز میں دینے کے لیے' ازدواجی زندگی خوشگوار اور کامیاب بنانے کے لیے ایک رہنما کتاب' گھر کی پریشانیوں اور جھگڑوں سے بچنے کی شوہر کا دل جیتنے کی آسان تدبیریں' نیک بیوی کی صفات' شوہر کے ساتھ وفاداری اور سسرال میں رہنے کے طریقے۔ خود بھی پڑھیئے اور اپنی سہیلیوں کو بھی تحفہ میں پیش کیجئے۔ پسند فرمودہ
حکیم العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب

مستند مجموعہ وظائف

عمرہ اور حج پر جانے والوں کے لیے بہترین وظیفہ کے طور پر عورتوں کیلئے اللہ کے راستہ میں پھرنے والوں کیلئے رمضان کی ساعتوں کو قیمتی بنانے کیلئے دنیا آخرت کی بھلائیاں حاصل کرنے کے لیے' دعاؤں کا راستہ اپنانے کے لیے خود پڑھیئے اور تحفہ میں دیجئے۔ (قیمت 100)

ہر اسکول کیلئے ضروری کتاب

آسان دینیات

پیارے بچوں کے لیے بہترین دینی تحفہ
اللہ تعالیٰ کی صفات کا تعارف پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف عربی خطاطی کے ساتھ پیاری پیاری تصاویروں سے مزین (قیمت 50)

اسمائے حسنیٰ تحفۃ الاطفال

بچوں کے لیے یادگار تحفہ
اللہ تعالیٰ کے وہ اچھے اور پیارے نام جو قرآن شریف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہیں۔ بمعہ ترجمہ اور مختصر تشریح اسکول و مدارس دینیہ اور مکاتب قرآنیہ کے لیے یکساں مفید (قیمت 60)

یہ دونوں کتابیں والدین اپنے بچوں کو گھر پر بھی پڑھا سکتے ہیں

کیا آپ نے وصیت نامہ لکھ رکھا ہے؟
اگر نہیں تو پھر آج ہی لکھ لیجئے:

طریقہ وصیت (قیمت 90)

ہر مسلمان مرد اور عورت کے لیے وصیت لکھنے کا مفصل طریقہ
صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاں اہتمام وصیت
وصیت بصورت نصیحت
موت پر ہونے والے خلاف سنت افعال سے بچانے کی وصیت
تصدیق شدہ: مفتی محمود اشرف صاحب عثمانی
استاذ الحدیث جامعہ دارالعلوم کراچی

استغفار کی ستر دعائیں

اپنے غموں اور پریشانیوں کا علاج توبہ استغفار سے کیجئے
اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے لینے کا آسان طریقہ اپنے گناہوں کا اعتراف ہے
استغفار کے ستر صیغوں پر مشتمل انتہائی نادر کتاب
ہر مسلمان کے لیے نہایت ضروری
(قیمت 72)

(مکمل سیٹ منگوانے پر ہر کتاب پر ۲۰ فیصد رعایت)

ملنے کا پتہ: زم زم پبلشرز جنید مینشن ڈی میلو روڈ نزد برنس روڈ کراچی فون: 2625708
صدیقی ٹرسٹ المنظر اپارٹمنٹ لسبیلہ چوک کراچی فون: 2-722491

MONTHLY
Moesaq
LAHORE

FOTO SCAN PH;7234042-7111906